رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۷

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

اِنَّہٗ اٰوَی الْقَرْیَۃَ

الحکم

مسیح موعود کی صلح کاری اور امان کا لوا

آج کو انسانی جہاد جو تلوار سے کیا جاتا تھا خدا کے حکم کے ساتھ بند کیا گیا ہے اب اس کے بعد جو شخص کافر پر تلوار اٹھاتا ہے اور اپنا نام غازی رکھتا ہے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتا ہے جنہے آج سے تیرہ سو برس پہلے فرمایا ہے کہ مسیح موعود کے آنے پر تمام تلوار کے جہاد ختم ہو جائیں گے سو اب میرے ظہور کے بعد تلوار کا کوئی جہاد نہیں ہے ہماری طرف سے امان اور صلح کاری کا سفید جھنڈا بلند کیا گیا ہے

مسیح موعود کا اعلان

پیشگی قیمت سالانہ

عوام سے .. .. .. صہ
خواص و معاونین سے .. عٓ
ہندوستان سے باہر .. سے
غیر مذاہب والوں سے .. ۱۲/ سے
(اپنی جماعت کے غیر مستطیع دوستوں یعنی ہم قوم آدمیوں سے) ۱۲/ عہ

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیان بینی | دوا ہم شفا بینی غرض دار الامان بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

نمبر ۱۸ | دار الامان قادیان مورخہ ۳۱ مئی سنہ ۱۹۰۴ء | جلد ۸

مدرسہ تعلیم الاسلام کو سوء اتفاق خصوصاً کیا ضرور در پیش ہے

ہماری مقامی اخبارات میں شائع ہو چکا اور قوم پر معلوم بھی ہو کر جب مدرسہ کو انسپکٹر نے دیکھا اور رائے میں لکھا کہ وہ اگست کے مہینہ میں ایک دفعہ پھر ملاحظہ کریں گے اور بعض نقصوں کی تلافی ہو جانیکے بعد جو ہمارے بنک میں انکی طرف سے بھیجی گئی ہیں مدرسہ کی منظوری کے مسئلہ پر غور کریں گے منجملہ ان نقصوں کے جو صاحب انسپکٹر نے مدرسہ کے متعلق نکالے اور ان کی تلافی پر زور دیا ہے جنکا ذکر زیادہ کرنا ہے اور یہ کہ ہر ایک استاد کے آگے ایک میز اور ایک کرسی ہونی چاہیئے وقت بہت تھوڑا اور کام بہت ہے اور کام بھی در حقیقت تھوڑا ہے اگر قوم کیطرف سے کافی مدد جلد مل جائے۔ اور قابل غور یہ امر ہے کہ اگر مدد میں یا جلدی مدد کرنے میں سہل انگاری کیجائیگی تو کسقدر ضرر کا احتمال ہے۔

سر دست پانسو روپے کی ضرورت ہے اور یہ رقم ہی اور زندہ قوم کی بلند ہمت

اور وسعت حوصلہ کو دیکھ کچھ بھی نہیں۔ اگر ایسا ہو کہ سیالکوٹ کی جماعت ایکسو اور لاہور کی جماعت ایک سو اور کپورتھلہ کی جماعت کم از کم پچاس اور گوجرانوالہ کی جماعت پچاس اور حیدر آباد دکن کی جماعت ایک سو پچاس اور اسیطرح دوسرے شہروں کی جماعت اپنی استطاعت کیمطابق رقوم اکٹھی کریں تو بہت جلد عمدہ طور پر کام ہو جاتا ہے امید ہے کہ ہمارے مکرم معظم دوست اور خدا تعالیٰ کے انعامات خاصہ کے مورد وہ اصحاب جن کے اسمائے گرامی ذیل میں ثبت ہوتے ہیں خصوصاً اسطرف توجہ مبذول فرمائیں گے اور بہت جلد اپنی عالی ہمتی کا ثبوت دیں گے۔

شیخ رحمت اللہ۔ منشی تاج الدین صاحب۔ سید محمد حسین صاحب اسسٹنٹ سرجن۔ مرزا یعقوب بیگ صاحب اسسٹنٹ سرجن۔ حکیم محمد حسین صاحب قریشی۔ شیخ نور محمد صاحب حکیم مالک رفاہ عام۔ منشی محمد نواب خان صاحب تحصیلدار۔ خواجہ جمال الدین صاحب ڈائرکٹر مدارس جموں خصوصاً منشی عبد العزیز صاحب ماسٹر نیڈ میرٹھ۔ محمد اسمٰعیل صاحب ماسٹر ٹیلر میرٹھ۔ شیخ عطا محمد صاحب سب اورسیر ایبٹ آباد ہزارہ۔ شیخ نور احمد صاحب بلیڈر ایبٹ آباد ہزارہ۔ منشی عزیز بخش صاحب ریکارڈ کیپر ڈیرہ غازیخان۔ بابو غلام محمد صاحب انسپکٹر ڈاکخانجات گلگت۔

اگر یہ بزرگ ناصران ملت معقول رقمیں عنایت کرینگے تو امید ہے ان شاء اللہ تعالیٰ گدائی کا دامن زیادہ پھیلانیکی ضرورت نہیں پڑیگی۔

امید ہے کہ بہت سے اہل دل دوست جن کے اسماء اختصار کے لحاظ سے قلم بند نہیں ہو سکے خدا تعالیٰ کی راہ میں ذرہ بھر بھی کوتاہی نہیں کریں گے۔

المعلن خاکسار عبد الکریم از قادیان

احباب کیخدمت میں ضروری گذارش

کچھ عرصہ ہوا کہ میاں احمد نور صاحب نور رفیقان حضرت مولانا مولوی عبد اللطیف صاحب شہید مرحوم کیلئے ایک مکان بنوا دینے کیواسطے مخدومی و مکرمی حضرت مولوی عبد الکریم صاحب نے تحریک کی تھی اور اس امید پر کہ اس سلسلہ کا ہر ایک فرد مہاجرین مذکور کیلئے اس چھوٹی سی خدمت میں پوری سرگرمی اور جوش سے حصہ لیگا۔ اور جلدی رقم مطلوبہ پوری ہو جائیگی تعمیر مکان کا کام شروع بھی کر دیا گیا تھا۔ لیکن آج تک جو اس تحریک پر ایک ماہ سے زائد عرصہ گذر چکا ہے سوائے ان رقوم کے جنکا ذکر اس تحریک میں ہی کیا گیا تھا صرف ... کی رقم جس میں ... حصہ مخدومی شیخ رحمت اللہ صاحب اور جناب شیخ عطا محمد صاحب اورسیر ایبٹ آباد کا ہے۔ وصول ہوئی ہے جو بالکل ناکافی ہے۔ آگے چونکہ برسات کا موسم آتا ہے۔ اسلئے ضروری ہے کہ تعمیر کا کام جلدی پورا ہو جائے۔ ورنہ جو روپیہ لگ چکا ہے اس کو بھی برباد ہونیکا اندیشہ ہے اسلئے ضرورت ہے اس امر کی کہ ہر ایک صاحب جو اس کار خیر میں حصہ لینا چاہتے ہوں بہت جلد جسقدر ہو سکے روپیہ بھیج کر اس کام کے سر انجام دینے میں مدد دیں اور رقم مطلوبہ کو جسکا اندازہ دو سو تک کیا گیا ہے پورا کر دیں اسمیں شک نہیں کہ اس سلسلہ میں آئے دن دینی کاموں کیلئے چندوں کی تحریک ہوتی رہتی ہے اور ابھی اسکے ساتھ ہی میں خود ایک اور تحریک بھی کرتا ہوں لیکن یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ دینی خدمت کا یہی وقت ہے۔ جو صاحب توفیق رکھتے ہوں وہ ضرور اس کار خیر میں حصہ لیں۔

رقوم وصول شدہ حسب ذیل ہیں۔ شیخ رحمت اللہ عٓ شیخ عطا محمد صاحب عٓ۔ چندہ معرفت ماسٹر عبد الرحمن صاحب از قادیان ۱۲/ مفتی محمد صادق صاحب عہ مولوی شیر علی صاحب عہ۔ میاں نواب الدین صاحب عہ سید محمد علیشاہ صاحب علاوہ صہ چندہ کے ایک کوٹھری کی چھت کی لکڑی کا وعدہ فرمایا ہے۔ مولوی امام الدین مدرس گولیکے عہ۔ بابو شاہ دین گوڑانوالہ عہ۔ میاں خیر الدین ٹھکیدار عہ۔ عبد العزیز کوٹ عہ۔ منشی ضیاء الدین بیاسوہ صہ

۲۹ مئی سنہ ۱۹۰۴ء

گو ہم کو عام محبت کا حکم ملا ہو مگر یہ مراد نہیں کہ جو اخلاص اور محبت خاص اہل ایمان سے کیجاتی ہے اور جس کا مرتبہ عام محبت سے زیادہ ہے وہی محبت اور اخلاق غیر ایمان والوں سے بھی برتے جاویں۔ چنانچہ جو شدت کفار کی سرزنش اور تنبیہ میں ان کے عصیان نافرمانی فساد اور ناخدا ترسی کیوجہ سے (اگرچہ وہ بھی نرمی اور سلامتی کے ساتھ ان سے برتی جاتی ہے) اور جو محبت ایمانی اور خاص دوستی جس کو ایمان کی حیثیت سے مومنین مستحق ہیں۔

(علاوہ اس عام دوستی کے جو مقتضائے فطرت الٰہی ہر ایک انسان کو کرنی چاہیے) ان دونوں باتوں کی تفاوت پر اس آیت میں اشارہ ہوا ہے:

محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم۔

محمد رسول اللہ کا اور جو اس کے ساتھ ہیں زور آور ہیں کافروں پر اور نرم دل ہیں آپس میں۔

پس یہی فرق اور امتیاز ہے جو مندرجہ بالا اور اس کو ہم مضمون آیتوں میں بیان ہوا ہے اور اسی فرق اور امتیاز کو اعتبار پر قواعد جنگ اور قتال میں نامناسب ہے کہ مسلمانوں کو گروہ کے آدمی مخالفین اور مقاتلین سے محبت کرکے اپنے ضعف اور شکست کا باعث ہوں۔ مگر صاف صاف کہدیا کہ جو دشمن اور مخالف تم سے دین کی بابت قتال نہیں کرتے ان سے نیکی اور انصاف کرو۔ کیونکہ خدا نیکی کرنے والوں اور انصاف کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے۔ صرف انہیں لوگوں کو ایسی حالت میں دوستی منع کیگئی ہے جو کہ دین کی بابت مسلمانوں سے لڑتے تھے اور جنہوں نے مسلمانوں کو گھر سے نکالا اور اس پر ایک دوسرے کی مدد کی۔

(۹) ینہاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروہم وتقسطوا الیہم ان اللہ یحب المقسطین۔ انما ینہاکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاہروا علی اخراجکم ان تولوہم ومن یتولہم منکم فاولئک ہم الظالمون۔ (ممتحنہ)

اللہ تم کو منع نہیں کرتا ان سے جو لڑے نہیں تم سے دین پر اور نکالا نہیں تم کو تمہارے گھروں سے کہ ان سے کرو بھلائی اور انصاف کا سلوک۔ اللہ چاہتا ہے انصاف والوں کو۔ اللہ صرف منع کرتا ہے تم کو ان سے جو لڑے تم سے دین پر اور نکالا تم کو تمہارے گھروں سے۔ اور مدد کی تمہارے نکالنے پر کہ ان سے کرو دوستی۔ اور جو کوئی ان سے دوستی کرے تو وہ لوگ ہیں گنہگار۔

پس جنگ و قتال کی حالت کا ایک خاص قاعدہ ہماری معاشرت کا دستور العمل نہیں ہے بلکہ ہماری حسن معاشرت کا حکم عام یہی ہے:

لا ینہاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروہم وتقسطوا الیہم ان اللہ یحب المقسطین۔

(۱۰) یہ بات کہ منافقوں اور کافروں سے ان کی شرارت اور فساد کی وجہ سے ان کی سرزنش اور تنبیہ اور غلظت فی القول کرنے میں وہ رعایت علم دوستی اور صلح و آشتی کی ہونی چاہیے۔ اور یہ سرزنش نرمی و سلامتی کے ساتھ کرنی چاہیے اس کے ثبوت میں قرآن شریف کے یہ احکام ہیں:

۱- فاصفح عنہم وقل سلام۔ سو درگذر کر ان سے اور کہہ سلام ہے۔ (زخرف)

۲- اذا خاطبہم الجاہلون قالوا سلاما۔ اور جب بات کرنے لگیں ان سے بے سمجھ لوگ تو کہیں صاحب سلامت۔

۳- ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلہم بالتی ہی احسن (نحل)
بلا اپنے رب کی راہ پر پکی بات سمجھا کر اور نصیحت کر کر بھلی طرح اور الزام دے ان کو جس طرح بہتر ہو۔

۴- ولا تجادلوا اہل الکتاب الا بالتی ہی احسن۔
نہ جھگڑو تم اہل کتاب سے مگر اس طرح سے جو سب سے بہتر ہو۔

۵- فاعرض عنہم وعظہم وقل لہم فی انفسہم قولا بلیغا۔ (نساء)
اور ان سے درگذر اور ان کو نصیحت کر اور ان کو حق میں کی بات کہہ۔

ان آیتوں کے حکم سے ہم کو لازم ہے کہ جب ہم اہل معاصی اور کفار سے سرزنش کریں اور ان کے فساد اور ناخداترسی پر ملامت کریں تو اس کو نیک طریقے سے نرمی کیساتھ بکمال اخلاق سمجھاویں۔

(۱۱) اس مقام پر ہمکو مسئلہ اکراہ کا بیان بھی ضروری ہے کہ آیات قرآن مجید میں تو مخالفوں سے ایسی نیکیاں اور نیک سلوک کرنیکا حکم ہے اور فہمائش اور سرزنش میں بھی اخلاق کی رعایت بھی ضروری ہے تو ایسی صورت میں مسلمان ہونے پر مجبور کرنا کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔ مگر ہمارے پاس ایک ذخیرہ عدم اکراہ کے احکام کا موجود ہے جس سے یہ شبہ ہی نہیں ہو سکتا کہ مذہب کے باب میں زبردستی کا حکم ہوا ہو یا کبھی جبر کیا گیا ہو۔

(۱) فذکر انما انت مذکر لست علیہم بمصیطر۔ (غاشیہ)
پس تو سمجھا تیرا کام سمجھانا ہے تو ان پر داروغہ نہیں۔

(۲) قل اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول فان تولوا فانما علیہ ما حمل وعلیکم ما حملتم وان تطیعوہ تہتدوا وما علی الرسول الا البلاغ المبین۔ (نور)
تو کہہ حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا۔ پھر اگر تم منہ پھیرو گے تو اس کا ذمہ ہے جو اس پر رکھا اور تمہارا ذمہ ہے جو تم پر رکھا اور اگر اس کا کہنا مانو تو راہ پاؤ اور پیغام والے کا ذمہ نہیں مگر پہنچا دینا۔

(۳) فان تولوا فانما علیک البلاغ۔
پھر اگر وہ پھر جاویں تو تیرا ذمہ صرف پہنچا دینا ہے۔

(۴) من یطع الرسول فقد اطاع اللہ ومن تولی فما ارسلناک علیہم حفیظا۔
جس نے حکم مانا رسول کا اس نے حکم مانا اللہ کا اور جو الٹا پھرا تو ہم نے تجھکو نہیں بھیجا ان پر نگہبان۔ (نساء)

(۵) اتبع ما اوحی الیک من ربک لا الہ الا ہو واعرض عن المشرکین (انعام)
تابعداری کر تو خدا کے بھیجے ہوئے حکم کی جسکا کوئی شریک نہیں ہے اور مت التفات کر مشرکوں کیطرف۔

(۶) افانت تکرہ الناس حتی یکونوا مؤمنین (یونس)
اب کیا تو زور کریگا لوگوں پر کہ ہو جاویں باایمان

(۷) وما انت علیہم بجبار فذکر بالقرآن من یخاف وعید۔ (ق)
اور تو نہیں ان پر زور کرنیوالا سو تو سمجھا قرآن سے اس کو جو ڈرا میرے وعیدے۔

(۸) اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول فان تولیتم فانما علی رسولنا البلاغ المبین (تغابن)
کہا مانو اللہ کا اور رسول کا پس اگر وہ پھر جاویں تو ہمارے رسول کا ذمہ صرف پیغام پہنچا دینا ہے۔

(۹) ان ہذہ تذکرۃ فمن شاء اتخذ الی ربہ سبیلا۔ (دہر)
یہ ایک نصیحت ہے پس جو کوئی چاہے اپنے رب کی راہ اختیار کرے۔

(۱۰) لکم دینکم ولی دین۔ (کافرون)
تمہیں تمہارا دین اور مجھے میرا دین۔

(۱۱) لا اکراہ فی الدین۔
دین میں کچھ زبردستی نہیں۔ (بقرہ)

(۱۲) یہ سب آیات محکمات ہیں جو مکہ اور مدینہ میں نازل ہوئی ہیں۔ یعنی اس زمانے کے لئے بھی ہیں جب اسلام میں ضعف تھا۔ اور اس وقت کے لئے بھی ہیں جب اسلام کو تمکنت اور شوکت حاصل ہوئی۔ مگر چونکہ کسی حالت میں جبر و اکراہ جائز نہیں رکھا گیا اس لئے وہی آیات ہر جگہ صاف صاف بیان کیگئی۔ اور ایسا ہی برتاؤ بھی گیا چنانچہ عین جدال و قتال کی حالت میں بھی باوجود طرفین کی مخالفت کے جو مشرک ملتجی امن ہو کر جماعت اسلام کیطرف چلا آتا تو اس کو صرف قرآن کے پاک احکام اور لطائف سنا دینے کا حکم تھا اور جب وہ سن چکتا تو اس کو مامنہ پہنچا دینے کا حکم ہے جہاں اس کو امن کی جگہ ہو۔ حالانکہ یہ موقع اکراہ و جبر کا تھا مگر ایسی بات تو کبھی قرآن شریف میں روا نہیں رکھی گئی۔

وان احد من المشرکین استجارک فاجرہ حتی یسمع کلام اللہ ثم ابلغہ مامنہ ذالک بانہم قوم لا یعلمون۔ (براءۃ)

اگر کوئی مشرک تجھ سے پناہ مانگے تو اس کو پناہ دے جب تک وہ سن لے کلام اللہ کا پھر پہنچا دے اس کو جہاں وہ نڈر ہو۔ اسواسطے کہ وہ لوگ علم نہیں رکھتے۔

یہ آخری فقرہ صاف دلالت کرتا ہے کہ ان لوگوں کو اسلام کے محاسن اور قرآن کے مکارم اخلاق کی خبر نہیں۔ اس لئے وہ جانتے نہیں ہیں کہ اسلام کیا چیز ہے۔ پس ان کو مسلمان کرنیکا یہی ذریعہ ہے کہ ان کو قرآن سنایا جاوے اور اسکی افضل تعلیم اور عمدہ نصائح سننے والے کے دل میں اثر کریں۔

(۱۳) یہاں ذکر مقاتلات اسلامی کا آگیا اور ہم اس کو ضمن میں یہ لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مقاتلات اسلامی کی منشاء صرف مدافعت تھی اور یہی غرض تھی کہ مشرکین کے ظلم و عدوان سے مستضعفین مسلمین کو نجات ہو اور ان کو بے روک ٹوک خدا کی عبادت کا موقع ملے۔ اور مخالفوں کی زیادتی اور موذی کفار کا ظلم و ستم دور کیا جاوے اور ان کی لڑائی بند ہو جاوے۔ یہ غرض نہیں ہے کہ وہ جبراً مسلمان ہو جاویں۔

لولا دفع اللہ الناس بعضہم ببعض لہدمت صوامع وبیع وصلوات ومساجد (حج)

اگر نہ ہٹایا کرتا اللہ لوگوں کو ایک کو ایک سے تو ڈھائے جاتے تکیے اور مدرسے اور عبادتخانے اور مسجدیں۔

ما لکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ والمستضعفین من الرجال والنساء والولدان الذین یقولون ربنا اخرجنا من ہذہ القریۃ الظالم اہلہا (نساء)

کیا وجہ کہ تم خدا کی راہ میں نہ لڑو حالانکہ کمزور مرد اور عورتیں اور بچے کہتے ہیں کہ یا رب ہم کو اس شہر سے جس کے لوگ ظالم ہیں نکال لے۔

عسی اللہ ان یکف باس الذین کفروا (نساء)
قریب ہے کہ اللہ بند کرے لڑائی کافروں کی

اس بات کو کہنے کی ضرورت نہیں کہ مدافعت کی لڑائی میں ابتدا مخالفوں کیطرف سے ہوتی ہے کیونکہ انہیں کے ظلم و عدوان پر مدافعت کی ضرورت پڑتی ہے اور یہی بات قرآن شریف میں بھی منصوص ہے:

وہم بدؤکم اول مرۃ۔ اور مسلمانوں کو حکم ہوا تھا کہ تم ہرگز ابتدا نہ کرو ولا تعتدوا۔

(۱۴) مخالفوں سے تو علی العموم قرآن شریف میں ایسی نیکیاں اور احسان کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور عین حالت جنگ و جدال کی وہ شفقت در کار ہوتا ہے جو سورہ براءۃ کی پانچویں آیت سے نقل کیا گیا کہ جو مشرک مسلمانوں کی پناہ میں آوے اس کو قرآن کے احکام و نصائح سنا کر جہاں تک اس سے رعایت کیجاوے کہ جہاں اس کے امن کا مقام ہو وہاں اسے بخیر و عافیت پہنچا دیا جاوے۔ اب لڑائی کے بعد مغلوب اور مقید مخالفوں کیواسطے عام حکم دیدیا کہ یا انہیں احسان رکھ کر مفت چھوڑ دو یا فدیہ لیکر چھوڑ دو۔

حتی اذا اثخنتموہم فشدوا الوثاق فاما منا بعد واما فداء حتی تضع الحرب اوزارہا ذلک ولو یشاء اللہ لانتصر منہم ولکن لیبلوا بعضکم ببعض (محمد)

پھر جب خوب قتال کر چکو تو قید کر لو اور بعد اس کے یا احسان رکھکر چھوڑ دو جبتک کہ لڑائی بند ہو جاوے۔ پھر خدا چاہتا تو بدلہ لے ان سے مگر وہ تم کو جانچتا ہے۔

نور الدین پر ریویو

نمبر ۴

ریویو کے اس نمبر میں ہم فاضل مصنف کا اپنا ریویو دیں گے اور اس کے بعد اس ریویو پر نظر ثانی کریں گے۔ انشاء اللہ العزیز۔

کیا ہماری کتاب عام پسند ہوگی

الی اللہ عن تصحیح غیر کتابہ
وکل کتاب غیرہ ذل کاتبہ

الٰہی کتابیں ہی ابتک عام پسند نہیں۔ لاہور جیسے دار السلطنت شہر میں کوئی قرآن کریم ابتک پوری صحت کے ساتھ طبع نہیں ہوا۔ نہ کوئی اعلیٰ علمی کتاب جو الکتاب قرآن کریم کی خادم ہو طبع ہوئی۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ عام پسندیدگی کا کیا حال ہو۔ اور یہ امر کسی امام و مجدد و دین کو بھی نصیب نہیں ہوا کہ اس کی محنت و کار روائی عام پسند ہوتی ہو۔ کیا یہ امر صحیح نہیں کہ ہزاروں لاکھوں جو مذہبی باتوں کو جنون یقین کرتے ہیں گو ہمیشہ غائب و خاسر ہیں اور مذہبی مقتداؤں میں تو وہی ہے جس کو کہا گیا۔ صلے اللہ علیہ وسلم۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نٓ والقلم وما یسطرون ما انت بنعمۃ ربک بمجنون۔ وان لک لاجرا غیر ممنون۔ وانک لعلیٰ خلق عظیم فستبصر ویبصرون بایکم المفتون۔ (پ ۲۹ سورہ نٓ)

دوات اور قلم اور وہ عظیم الشان صداقتیں جن کو لوگ لکھتے ہیں اور لکھتے رہیں گے (ان کے مطالعہ کا نتیجہ تو یہی ہوگا) کہ تو اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں کیونکہ وہ تمام تحریریں تیری صداقت کی گواہ رہیں گی۔ اور دوسری دلیل یہ ہے کہ مجنون تو خلیق نہیں ہوتے اور تو خلق پر کیا خلق عظیم پر ہے آپکی مقناطیسی جذب اور آپ کے اخلاق ہی تھے کہ ارب عرب آپ کے حکم پر اپنے خون کو پانی کی طرح بہاتے تھے۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ تیری محنت کا بدلہ غیر محدود و غیر منقطع اور مجنونوں کے افعال و محنت کا تو کوئی بدل ہی نہیں ہوا کرتا۔ اور چوتھی دلیل یہ ہے کہ مجنون کے افعال و اقوال مثمر ثمرات خیر اور منتج کسی نیک نتیجہ کے نہیں ہوا کرتے۔ اور تیرے اقوال اور تیرے افعال کا نتیجہ تو بھی دیکھیگا اور دوسرے لوگ بھی دیکھیں گے اور یہ کیسی پیشگوئی نکلی۔ دنیا میں صرف آپ ہی اکیلے ایسے کامیاب ہوئے ہیں۔ جنہوں نے اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ (پ ۶ مائدہ) کی آواز اپنی زندگی میں اپنے کانوں سے سنی۔ اور رَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا (پ ۳۰) کا نظارہ اپنی آنکھ سے دیکھا۔ اس پر بھی نہ ماننے والوں نے نہ مانا پر مانا۔

میں نہ مامور نہ مجدد۔ پھر میری اس کتاب کو اور اس کے جوابات کو مامور و مجدد۔ اور امام الوقت نے نہ دیکھا اور نہ سنا۔ بتیس سوال کے جواب تک ہمیں موقع لگا کہ ہم اپنے جواب حضرت امام علیہ السلام پر عرض کر سکیں بلکہ ہمارے بزرگ سید محمد احسن صاحب نے بھی اس کو نہیں دیکھا۔ ہاں میرے پیارے دوست اور میرے معزز حبیب مولوی عبدالکریم صاحب نے دیکھا اور کہیں کہیں بقدر امکان اصلاح بھی لی۔ ہمارے مدرسہ کے علماء کو افسوس نہ ان باتوں سے دلچسپی ہے اور نہ اپنے محدود کاموں سے فرصت ہے کہ وہ بھی اس کتاب کو سنتے یا دیکھتے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ اس کتاب کو ان سعید الفطرتوں کے حق میں نافع کریگا جو اس کے علم میں ہیں (غرض)

(۱) ہم اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں کہ ہے۔ اور وہ موصوف بصفات کاملہ اور ہر ایک نقص سے منزہ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ ہے اسی کے ارادہ اور اسی کی خلق سے یہ تمام مخلوق ہے وہ وراء الوراء محیط کائنات ہے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ وَهُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ مُحِیْطٌ۔ وَهُوَ الْاَوَّلُ۔ وَاَنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَهٰی وَهُوَ الْاٰخِرُ جبکہ ہمارا یہ عقیدہ اور یہ ایمان ہے تو سوفسطائی دہریہ۔ نیچری۔ اور وہ یونانی منطقی اور سائنس جو اللہ تعالیٰ کو علت۔ لا بشرط یا بشرط کی طرح مانتا ہے اور وجودی۔ نیچری۔ آریہ سماجی جس کے نزدیک اللہ خالق ارواح خالق مادہ، خالق زمانہ۔ خالق فضا اور ان کے گن۔ کرم، سبھاؤ۔ خواص افعال۔ عادات کا خالق نہیں کیوں پسند کرنے لگا

(۲) ہم اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں کہ وہ متکلم ہے اپنے پیاروں سے کلام کرتا ہے۔ ارادہ و مشیت سے اس کے کام ہوتے ہیں ۔ وہ کلام کرتا رہا۔ کرتا رہتا ہے اور کلام کرے گا۔ اس کے کلام و تکلیم پر کبھی مہر نہیں لگی۔ پس جو لوگ اس کو گم گشتہ مانتے ہیں مثلاً برہمو اور نیچری اور جو لوگ کہتے ہیں وہ ارب برس سے وہ خاموش ہے اور صرف چار ہی آدمیوں سے سرشٹی کی ابتدا میں بولا تھا یا جو کہتے ہیں کہ مسیح یا نبی کریم خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تک بات کرکے اب خاموش ہے اور جن کا وہم ہے کہ مسیح کیطرح بے اختیار ہے وہ کیوں پسند کرنے لگے

(۳) ہم مانتے ہیں کہ ملائکہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تمام کتابوں اور رسولوں نبیوں پر ہمارا ایمان ہے ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین رسول رب العالمین مانتے ہیں پھر ان باتوں کے مخالف کیوں پسند کرنے لگے۔

(۴) ہمارے نزدیک ہر ایک شخص اپنے اعمال کا ذمہ وار اور جواب دہ ہے اور ہم عفو مغفرت۔ شفاعت بالاذن کے معتقد ہیں۔ پس ہماری باتوں سے کفارہ کا قائل کب راضی ہوا۔ اور جو اللہ تعالیٰ کو (کما) عفو والا نہ مانے وہ کیونکر راضی ہو۔

(۵) ہم صحابہ کرام۔ اور تابعین عظام کو رضوان اللہ علیہم اجمعین ابو بکر و عمر سے لیکر معاویہ مغیرہ تک اویس قرنی اور حسن بصری سے لیکر ابراہیم نخعی و نافع عکرمہ تک اور اہل بیت میں خدیجہ و عائشہ سے لیکر علی المرتضیٰ اور تمام آئمہ اہل بیت علیہم السلام ان سبکو بحمد اللہ اپنا محبوب اور دل سے پیارا اعتقاد کرتے ہیں۔ قال الامام علیہ السلام

جان و دلم فدائے جمال محمد است
خاکم نثار کوچۂ آل محمد است

پس رافضی۔ شیعہ۔ خارجی۔ ناصبی جبریہ قدریہ۔ مرجیہ۔ جہمیہ۔ معتزلہ۔ تعامل اسلام کے منکر۔ احادیث صحیحہ کے منکر اور ان کو تو دہ طوفان کہنے والے کب پسند کر سکتے ہیں۔ حالانکہ وہ معمولی کتب تواریخ بلکہ اسور تاریخیہ لغت و کتب بیان کو اپنا مقتدا بنائے ہوئے ہیں۔ ہم آئمہ تصوف۔ آئمہ فقہ۔ آئمہ حدیث آئمہ کلام کی تعظیم و تکریم کو ضروری یقین کرتے ہیں۔ اور انکی مشترکہ سبیل کو سبیل المومنین مانتے ہیں ہاں ان لوگوں کی آثار باقیہ۔ فتوح الغیب و فتح الربانی للسید الشیخ عبد القادر الجیلانی عوارف للشیخ شہاب الدین السہروردی جنکو میرے ابن عم حضرت فرید الدین گنج شکر چشتی ہمیشہ اپنے درس میں رکھتے تھے اور وہ نسخہ جسے حضرت سلطان نظام الدین نے پڑھا ابتک جمالیوں میں موجود ہے۔ منازل السائرین شرح مدارج السالکین۔ طریق الہجرتین۔ مجمع الفوائد و زاد المعاد لشیخ الاسلام الشیخ ابن قیم۔ فصل الخطاب لخواجہ محمد پارسا مکتوبات لشیخ مشائخنا المجدد احمد السرہندی و فتوحات مکیہ ابن عربی الکتاب الصحیح للامام البخاری الموطا لامام دار الہجرۃ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کے آثار باقیہ تصانیف ابو یوسف امام آئمہ فقہ و حدیث و تصانیف الامام محمد الشیبانی و طحاوی الام للشافعی محلی و فصل لابن حزم والسنن الکبریٰ للبیہقی۔ درء تعارض العقل والنقل والرد علی المنطقیین، و منہاج السنۃ للشیخ الاجل رئیس المتکلمین والفقہاء والمحدثین والمفسرین شیخ الاسلام شیخ ابن تیمیہ الحرانی والمطالب العالیہ للامام الرازی فتح الباری لابن حجر فتح القدیر و تحریر لابن ہمام۔ اور تمام تصانیف حافظ ذہبی جیسے دول الاسلام میزان و تذکرہ وغیرہ۔ حجۃ اللہ البالغہ للشیخ شاہ ولی اللہ دہلوی نیل الاوطار شوکانی ابھی موجود ہیں منصف خدا پرست دیکھ لے ہمیں کہ ساتھ ہیں ابن المنذر ابن قدامہ ابو یعلیٰ۔

میں اللہ تعالیٰ کو گواہ کرتا ہوں۔ اور میں سچے دل سے علی وجہ البصیرۃ کامل یقین کرتا ہوں کہ بے ریب یہ لوگ مصداق تھے۔ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَکَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یُوْقِنُوْنَ (پ ۲۱ سجدہ) اور انکی دعا میں وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا (پ ۱۹ فرقان) ضرور ہی قبول ہوئی میں پس بڑی ہی بے نصیب ہیں وہ لوگ جو انسانی امامت کے منکر ہیں اور اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا سے بیہودہ ناواقف ہیں انکی عاقبتیں انہیں خود ملامت کرتی ہونگی اگر فطرۃ سلیمہ باقی ہے بحمد اللہ ہم نے ان سب کے اسفار طیبہ کو خوب غور سے پڑھا ہے اور ہم علی البصیرۃ اس نتیجہ پر پہنچ گئے ہیں کہ یہ سب لوگ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ ولی ہیں اور اتقیاء میں سے تھے۔ ہم نے لغت میں بخاری۔ اصمعی ابو عبیدہ۔ ابو عبیدہ۔ مفردات۔ راغب نہایہ۔ مجمع البحار اور لسان العرب اور صرف و نحو میں سیبویہ۔ ابن مالک۔ ابن ہشام اور سیوطی۔ اور قراءۃ میں شاطبی اور ابو عمرو دانی اور معانی و بیان میں عبد القاہر جرجانی مصنف دلائل الاعجاز اور اسرار البلاغۃ اور سکاکی مصنف مفتاح العلوم اور ادب میں اصمعی اور تفاسیر میں روایۃً ابن جریر، ابن کثیر، شوکانی کی فتح القدیر اور درایۃً اور روایۃً دونوں میں امام بخاری رحمۃ اللہ اور فقط درایۃ میں تفسیر کبیر کو اکثر سلف کے بعد انتخاب کیا ہے۔ قریب زمانہ کے ہندوستانیوں میں جو اصحاب تصنیف گذرے ہیں انہیں صاحب حجۃ اللہ البالغہ اور ازالۃ الخفاء شاہ ولی اللہ کو ہم ممتاز الشان اور معانی القرآن حاذق ہوں۔ میں حضرت مسیح کی وفات کا قائل ہوں اور میرا کامل یقین ہے کہ وہ قتل اور پھانسی سے بچکر اپنی موت سے مر چکے۔ اس امت میں اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ۔ مغضوب اور ضال تینوں قسم کے لوگ موجود ہیں۔ پس وہ مسیح موعود علیہ السلام بھی موجود ہے جس نے ہم میں نازل ہونا تھا۔ وہ مہدی معہود اور اس وقت کا امام بھی ہے۔ اور انہیں میں موجود ہے وہ اختلافوں میں حکم۔ ہم نے اسکی آیات بینات کو دیکھا اور ہم گواہی دیتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ذکر ہوا اسراء الحشر اجساد جنت و نار اپنی بے ثبات زندگی کو نصب العین رکھکر اسکو امام مان لیا ہے۔ ہم نے انہیں مقتداؤں میں ابن حزم اور ابن تیمیہ کو بھی شمار کیا ہے اسکی تائید میں صرف دو قول بیان لکھتے ہیں۔ اول ایک شخص اہل اللہ میں سے ہے۔ استاذ۔ صالح اور ثقہ امین ان کا نام عبد اللہ الغزنوی ہے کہ ملک پنجاب میں مشہور ہے ہمارے امام علیہ السلام نے

کلمات طیبات یا ملفوظات احمدیہ

(تتمہ ۱۷ مئی سنہ ۱۹۰۴ء صفحہ ۳)

رویت کا انکار کرنا کتنا بڑا ظلم ہے ہزاروں ہزار نشان خدا تعالیٰ نے اپنے بندہ کی تصدیق کے لئے ظاہر کئے اور ان کے دیکھنے والے موجود ہیں مگر افسوس کی بات ہے کہ ان کو رد کر دیا جاتا ہے اور جدید نشانوں کی خواہش کیجاتی ہے اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ وہ اور نشانات دکھلاوے لیکن سنت اللہ اسیطرح پر جاری ہے کہ ایسے اقتراح کرنیوالے اور اپنے ایمان کو مشروط کرنیوالے بے نصیب رہ جاتے ہیں۔ پچھلے نشانوں کو ترک کر کے آئندہ کیلئے سوال کرنا آیات اللہ کی بےحرمتی اور خدا تعالیٰ کے حضور بے ادبی ہے اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ لئن شکرتم لازیدنکم اگر تم میری نعمت کا شکر کرو گے تو میں اسی پر زیادہ دونگا اور ہمارا اعلان ہے ولئن کفرتم ان عذابی لشدید اور اگر انکار اور کفر کرو گے تو میرا عذاب بہت سخت ہے۔ اب بتاؤ کہ ان آیات الٰہی کی تکذیب بلکہ ان کو چھوڑ کر جدید کی طلب اور اقتراح یہ عذاب الٰہی کو مانگنا ہے یا کیا؟

دیکھو!

میں سچ کہتا ہوں کہ تم خدا تعالیٰ کی آیات کی بے ادبی مت کرو۔ اور انہیں حقیر نہ سمجھو کہ یہ محرومی کے نشان ہیں اور خدا تعالیٰ اسکو پسند نہیں کرتا۔ ابھی کل کی بات ہے کہ لیکھرام خدا تعالیٰ کے ایک عظیم الشان نشان کے موافق مارا گیا۔ کروڑوں آدمی اس پیشگوئی کے گواہ ہیں خود لیکھرام نے اسے شہرت دی وہ جہاں جاتا اسے بیان کرتا ...... یہ نشان اسلام کی سچائی کیلئے اس نے خود مانگا تھا اور اس کو سچے اور جھوٹے مذہب کیلئے بطور معیار قایم کیا تھا آخر وہ خود اسلام کی سچائی اور میری سچائی پر اپنے خون کی شہادت دینے والا ٹھہرا۔ اس نشان کو جھٹلانا اور اسکی پروا نہ کرنا یہ کس قدر بے انصافی اور ظلم ہے ۔ پھر ایسے کھلے کھلے نشان کا انکار کرنا تو خود لیکھرام بننا ہے اور کیا۔

مجھے بہت ہی افسوس ہوتا ہے کہ جس حال میں خدا تعالیٰ نے ایسا فضل کیا ہے کہ اس نے ہر قوم کے متعلق نشانات دکھائے جلالی اور جمالی ہر قسم کے نشان دیئے گئے پھر ان کو ردی کیطرح پھینک دینا یہ تو بڑی ہی بدبختی اور اللہ تعالیٰ کے غضب کا مورد بننا ہے۔ جو آیات اللہ کی پروا نہیں کرتا وہ یاد رکھے اللہ تعالیٰ بھی اسکی پروا نہیں کرتا۔

خدا تعالیٰ کیطرف سے جو نشان ظاہر ہوتے ہیں وہ ایسے ہوتے ہیں کہ ایک عقلمند خدا ترس ان کو شناخت کر لیتا ہے اور ان سے فائدہ اٹھاتا ہے لیکن جو فراست نہیں رکھتا اور خدا کے خوف کو مدنظر رکھ کر اسپر غور نہیں کرتا وہ محروم رہ جاتا ہے کیونکہ وہ یہ چاہتا ہے کہ دنیا دنیا ہی نہ رہے اور ایمان کی وہ کیفیت جو ایمان کے اندر موجود ہے نہ رہے۔ ایسا خدا تعالیٰ کبھی نہیں کرتا اگر ایسا ہوتا تو یہودیوں کو کیا ضرورت پڑی تھی کہ وہ حضرت مسیح کا انکار کرتے۔ موسیٰ علیہ السلام کا انکار کیوں ہوتا اور پھر سب سے بڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسقدر تکالیف کیوں برداشت کرنی پڑتیں۔ خدا تعالیٰ کی یہ عادت ہی نہیں کہ وہ ایسے نشان ظاہر کرے جو ایمان بالغیب ہی اٹھ جاوے۔ ایک جاہل وحشی سنت اللہ سے ناواقف تو اسی چیز کو معجزہ اور نشان کہتا ہے جو ایمان بالغیب کی حد سے نکل جاوے۔ مگر خدا تعالیٰ ایسا نہیں کرتا۔ ہماری جماعت کیلئے اللہ تعالیٰ نے کمی نہیں کی کوئی شخص کسی کے سامنے کبھی شرمندہ نہیں ہو سکتا جسقدر لوگ اس سلسلے میں داخل ہیں انہیں سے ایک بھی نہیں جو یہ کہہ سکے کہ میں نے کوئی نشان نہیں دیکھا۔

براہین احمدیہ کو پڑھو اور اس پر غور کرو اس زمانہ کی ساری خبریں اس میں موجود ہیں۔ دوستوں کے متعلق بھی ہیں اور دشمنوں کے متعلق بھی۔

اب کیا یہ انسانی طاقت کے اندر ہے کہ تیس برس پہلے جب ایک سلسلہ کا نام ونشان بھی نہیں اور خود دینی زندگی کا بھی پتہ نہیں ہو سکتا کہ میں اسقدر عرصہ تک رہونگا یا نہیں۔ ایسی عظیم الشان خبریں دے اور پھر وہ پوری ہو جائیں نہ ایک نہ دو بلکہ ساری کی ساری۔ براہین احمدیہ لوگوں کے گھروں میں ہے عیسائیوں۔ آریوں اور گورنمنٹ تک کے پاس موجود ہے اور اگر خدا کا خوف اور سچ کی تلاش ہے تو میں کہتا ہوں کہ براہین کے نشانات پر ہی فیصلہ کر لو دیکھو اس وقت جب کوئی مجھے نہیں جانتا تھا اور کوئی یہاں آتا بھی نہیں تھا ایک آدمی بھی میرے ساتھ نہ تھا۔ اس جماعت کی جو یہاں موجود ہے خبر دی اگر یہ پیشگوئی خیالی اور فرضی تھی تو پھر آج یہاں اتنی بڑی جماعت کیوں ہے اور جس شخص کو قادیان سے باہر ایک بھی نہیں جانتا تھا اور جس کے متعلق براہین میں کہا گیا تھا فحان ان تعان وتعرف بین الناس آج کیا وجہ ہے کہ وہ ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ عرب شام مصر سے نکل کر یورپ اور امریکہ تک دنیا اس کو شناخت کرتی ہے۔

اگر یہ خدا کا کلام نہیں تھا اور خدا کو منشا کے خلاف ایک مفتری کا منصوبہ تھا تو خدا نے اسکی مدد کیوں کی؟ کیوں اس کیلئے ایسے سامان اور اسباب پیدا کر دیئے۔

کیا یہ سب میں نے خود بنا لئے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ اسیطرح پر کسی مفتری کی تائید کیا کرتا ہے۔ تو پھر **راستبازوں** کی سچائی کا معیار کیا ہے؟ تم خود ہی اس کا جواب دو۔

سورج اور چاند کو رمضان میں گرہن لگا کیا یہ میری اپنی طاقت میں تھا۔ کہ میں اپنے وقت میں کرتا اور جسطرح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سچے **مہدی** کا نشان قرار دیا تھا۔ اور خدا تعالیٰ نے اس ...... نشان کو میرے دعوے کے وقت پورا کر دیا۔ اگر میں اس کی طرف سے نہیں تھا تو کیا خدا تعالیٰ نے خود دنیا کو گمراہ کیا؟ اس کا سوچ کر جواب دینا چاہئے کہ میرے انکار کا اثر کہاں تک پڑتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب اور پھر خدا تعالیٰ کی تکذیب لازم آتی ہے۔ اسیطرح پر اسقدر نشانات ہیں کہ ان کی تعداد دو چار نہیں بلکہ ہزاروں لاکھوں تک ہے تم کس کس کا انکار کرتے جاؤ گے۔ اسی براہین میں یہ بھی لکھا ہے۔

یاتون من کل فج عمیق اب تم خود آئے ہو۔ تم نے ایک نشان پورا کیا ہے اسکا بھی انکار کرو۔ اگر اس نشان کو جو تم نے اپنے تن سے پورا کیا ہے مٹا سکتے ہو تو مٹاؤ۔ میں پھر کہتا ہوں۔ کہ دیکھو آیات اللہ کی تکذیب اچھی نہیں ہوتی اس سے خدا تعالیٰ کا غضب بھڑکتا ہے۔ میرے دل میں جو کچھ تھا میں نے کہہ دیا ہے اب ماننا نہ ماننا تمہارا اختیار ہے۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں صادق ہوں اور اسی کیطرف سے آیا ہوں

۲۹ اپریل سنہ ۱۹۰۴ء کی شام

ایک شخص نومسلم چکڑالوی کے خیالات کا متبع آیا ہوا تھا اس نے نشان دیکھنا چاہا حضرت حجۃ اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے سوال کو طریق ادب طلب کے خلاف پاکر اسے حکم دیا تھا کہ تم واپس چلے جاؤ اس پر اس نے ایک معافی نامہ پیش کیا۔ اس پر حضرت حجۃ اللہ نے فرمایا۔

یہ بات محض اللہ تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے کہ کوئی بات کسی کو سمجھا دے۔ لیکن اسے سمجھ دیتا ہے جو ادب کے طریق پر سچا طالب ہو کر تلاش کرتا ہے **الطریقۃ کلہا ادب** خدا تعالیٰ کا یہ سچا وعدہ ہے کہ جو شخص صدق دل اور نیک نیتی کے ساتھ اس کی راہ کی تلاش کرتے ہیں وہ ان پر ہدایت ومعرفت کی راہیں کھول دیتا ہے جیسا کہ اس نے خود فرمایا ہے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔ یعنے جو لوگ ہم میں ہو کر مجاہدہ کرتے ہیں ہم ان پر اپنی راہیں کھول دیتے ہیں ہم میں ہو کر سے یہ مراد ہے کہ محض اخلاص اور نیک نیتی کی بنا پر خدا جوئی اپنا مقصد رکھ کر لیکن اگر کوئی استہزاء اور ٹھٹھے کے طریق پر آزمائش کرتا ہے وہ بدنصیب محروم رہ جاتا ہے۔

پس اسی پاک اصول کی بنا پر اگر تم سچے دل سے کوشش کرو۔ اور دعا کرتے رہو تو وہ **غفور الرحیم ہے**۔ لیکن اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی پروا نہیں کرتا وہ بے نیاز ہے۔

دنیا فنا کا مقام ہے اسلئے ضروری ہے کہ انسان اس فانی مقام پر دلدادہ نہ ہو بلکہ آخرت کی فکر کرے جو ابدی ہے۔ اور یہ اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایمان لاوے اور اسکی مرضی کو مقدم کر کے اسپر چلے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی کو مقدم نہیں کرتا اور اسپر نہیں چلتا تو پھر اللہ تعالیٰ اسکی کوئی پروا نہیں کرتا جیسے ہزاروں لاکھوں کیڑے مرجاتے ہیں یہ بھی مرجاتا ہے اور اس کا کوئی خیال نہیں ہوتا۔ لیکن جو شخص اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی کرتا ہے اور دعاؤں سے کام لیتا ہے اور تھکتا نہیں تو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے اسپر اپنی راہ کے دروازے کھول دیتا ہے۔ یہی اصول بیان ہی ہے۔

کیونکہ مجھے اس خدا نے مامور کر کے بھیجا ہے

پس اگر کوئی بیان آتا ہے اسلئے کہ وہ شعبدہ بازی دیکھے اور پھونک مار کر ولی بنا دیا جاوے تو ہم صاف کہتے ہیں کہ ہم پھونک مار کر ولی نہیں بناتے۔ جو شخص جلد بازی سے کام لیتا ہے وہ خدا تعالیٰ کو آزماتا ہے خدا اسکی پروا نہیں کرتا تو پھر اسکی کیا پروا۔ اتنا ہی نہیں سمجھ لینا چاہیے کہ خدا غفور الرحیم ہے بلکہ اس کو ساتھ یہ بھی ماننا چاہیے کہ وہ غنی بھی ہے۔ اگر ساری دنیا اتقی قلب لیکر آوے تو اسکی الوہیت کی شان ایک ذرہ بھی نہیں بڑھ جاویگی اور اگر اتقی نہ ہو تو اس سے کچھ کم نہ ہوگا اس لئے طالب صادق کا پہلا کام یہ ہونا چاہیے کہ وہ یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات غنی بے نیاز ہے اسکو حاجت اس امر کی نہیں کہ میں اسکی طرف رجوع کروں بلکہ مجھے حاجت اور ضرورت ہے کہ اسکی طرف رجوع کروں اور اس کے آستانہ الوہیت پر گروں جب انسان یہ سمجھ لیتا ہے کہ خدا کو میری حاجت نہیں مجھے خدا کی حاجت ہے تو اس میں ایک طلب صادق کا جوش پیدا ہوتا ہے اور وہ خدا کی طرف رجوع کرنے لگتا ہے پس اگر کوئی میرے پاس آتا ہے تو اسے یہی یہ سمجھ لینا چاہیے کہ میرا کام تو صرف پہنچا دینا ہے منوا دینا میرا کام نہیں۔ اگر کوئی اپنی بھلائی اور بہتری چاہتا ہے اور سمجھتا ہے کہ میں نے کسی دن مرنا ہے اور خدا تعالیٰ کے حضور جانا ہے تو اس کا فرض ہونا چاہیے کہ صبر اور صدق کے ساتھ اس راہ کو تلاش کرے اور پھر لئے

اور تھکتے نہیں۔ لیکن جب کوئی حد سے زیادہ شرارت کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی باتوں پر ہنسی کرتا اور انہیں ٹھٹھے میں اڑانا چاہتا ہے تو اس کا علاج اس نے اور رکھا ہوا ہے۔ اب بھی ہو رہا ہے۔ اور ہو رہا ہے۔ کتوں اور کیڑوں کی طرح لوگ مر رہے ہیں اور مرینگے۔

دیکھو دس روپیہ کا مقدمہ بھی ہو تو انسان اپنی عقل پر بھروسہ نہیں کرتا بلکہ دوسروں سے مشورہ لیتا ہے اور ان پر بھروسہ کرتا ہے پھر وکیل تلاش کرتا ہے وکیل بھی اعلیٰ درجہ کا پھر عملہ پر سے لوگوں کی تلاش کرتا اور ان کی خوشامد کرتا اور جائز و ناجائز وسائل کے استعمال سے بھی نہیں چوکتا۔ جب ایک تھوڑی سی متاع کیلئے وہ اسقدر جد و جہد اور کوشش کرتا ہے۔ پھر اسکو شرم کرنی چاہیے کہ دین کیلئے اس کا دسواں حصہ بھی سعی نہیں کرتا اور چاہتا ہے کہ اسرار دین اس پر کھل جاویں اور وہ دم زدن میں ولی بنجاوے۔ چند منٹ کیلئے ایک شخص ہماری مجلس میں آکر بیٹھتا ہے اور باہر نکل کر تولی دیتا ہے کہ ہمنے سب کچھ سمجھ لیا ہے یہ سب کچھ دکانداری ہے۔ ہم ایسے فتووں اور ایسی رایوں کی کیا پرواہ کرینگے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی وحی اور الہام کے مقابلہ میں جو روشن نشانوں اور دلائل کے ساتھ ہو رہا ہے ایسے بیہودہ رایوں اور فتووں کی کیا وقعت ہو سکتی ہے مگر ایسی رائے دینے والوں کو مرنے کے بعد پتہ لگ جاویگا کہ ان کے فتووں کی کیا حقیقت ہے؟ اسوقت سارے پردے اور حجاب اٹھ جاوینگے اور حقیقت کھل جاویگی میں دنیا کی حالت پر سخت تعجب اور افسوس کرتا ہوں کہ اگر کسی کو کہدیا جاوے کہ تجھے جذام کا اندیشہ ہے تو وہ طبیب تلاش کرتا ہے اور نسخہ پر نسخہ استعمال کرتا چلا جاتا ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ دنیا کی بیماری کیلئے تو یہ جد و جہد کیجاتی ہے پر اس کے مقابلہ میں دین کیلئے کوئی فکر اور کوشش نہیں کیجاتی۔ جوینده یابنده ایک عام مثل ہے مگر اس کیلئے یہ بھی تو ضروری ہے کہ جو سچی تلاش اور طلب کا حق ہے وہ ادا کرے۔ یہ تو نہیں کہ ایک شخص کہتا ہے اور پوچھتا ہے کہ مجھے کوئی نشان دکھاؤ میں شام کو واپس جانا چاہتا ہوں۔ ایسی جلد بازی اور اقتراح خدا کو پسند نہیں ہے۔ دیکھو زمیندار کسقدر محنت کرتا ہے راتوں کو اپنے اٹھ کر سخت سے سخت زمین میں ہل چلاتا ہے پھر تخم ریزی کرتا ہے آبپاشی کرتا ہے اور حفاظت کرتا ہے تب جا کر کہیں پھل اٹھاتا ہے یہ کوشش اور محنت دنیا کیلئے ہے۔ جو آج ہے کل نہ ہوگی مگر دین کیلئے کچھ بھی نہیں۔ چونکہ نفس میں خباثت ہوتی ہے اور تلاش حق مطلوب نہیں ہوتی اس لئے جلد فیصلہ کر لیتا ہے کہ میں نے سمجھ لیا ہے یہ بے انصافی اور ظلم نہیں تو کیا ہے! مگر یہ سچ ہے وَمَا ظَلَمُونَا وَلٰکِن کَانُوا اَنفُسَهُم یَظلِمُونَ

ایک شخص جو قرآن کھودنے لگا ہے وہ اگر دو چار ہاتھ کھودکر شکایت کرے کہ پانی نہیں نکلا تو کیا اس کو احمق نہ کہا جاویگا اور اگر ہونہی کھودا ہی تو اس حد تک پہنچا تو بے شک نہیں جہاں پانی نکلتا ہے ابھی سے شکایت کرتا ہے تو تیرا اپنا ہی قصور اور نادانی ہے ہر ایک امر کیلئے ایک قانون قدرت اور وقت ہے خواہ وہ امر دینی ہو یا دنیوی۔ پھر دنیوی امور میں ان قوانین قدرتیہ کو نگاہ رکھتے ہیں لیکن دینی امور میں اگر عقل ماری جاتی ہے اور جلدی کرکے ایک دم میں سب کچھ چاہتا ہے۔ یہ جلد باز اور شتاب کار لوگ جب خدا تعالیٰ کے ماموروں کے پاس جاتے ہیں تو وہاں بھی اسی شتاب کاری سے کام لیتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ وہ ایک پھونک مار کر ان کو آسمان پر چڑھا دے۔ ایسے نشان مانگتے ہیں کہ ایمان ایمان ہی نہ رہے۔ اگر کوئی شخص چاند یا سورج پر ایمان لاوے تو بتاؤ کہ اس کو اس ایمان سے کیا فائدہ اور ثواب ہوگا۔ ایمان تو یہ ہوتا ہے کہ من وجہ مجوب ہو اور من وجہ منکشف اگر ایمان کی حد سے بڑھ کر ہوتا تو پھر ثواب ہی نہ تھا ثواب کا وعدہ اسی صورت میں ہے کہ عقلمند آدمی عقل صحیح سے کام لیکر قرائن قویہ کو دیکھ کر سمجھ لیتا ہے کہ یہ حق ہے۔ لیکن اگر اس طریق کو چھوڑتا ہے تو وہ پھر کسی ثواب کا مستحق نہیں ہو سکتا کیونکہ اگر ایسا ہی حجاب اٹھ جاوے کہ آفتاب کی طرح ایک شے روشن ہو جاوے تو کون احمق ہوگا جو کہے کہ آفتاب نہیں اور دن چڑھا ہوا نہیں ہے۔ اگر ایسا انکشاف ہو تو پھر کافر اور مومن میں کیا فرق ہو۔ مومن تو کہتے ہی اسی کو ہیں جو من وجہ مجوب پر ایمان لے آتا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اسی بات پر صدیق کہلائے۔

پس قانون قدرت یہی ہے جو شخص جلد بازی کرتا ہے اور صبر اور استقلال کے ساتھ کوشش نہیں کرتا اور حسن ظن سے کام نہیں لیتا۔ وہ پاتا کیا ہے بلکہ اپنی ہی شقاوت کا نشانہ ہوگا۔ اسکی ایسی ہی مثال ہے کہ ایک بیمار کسی طبیب کے پاس آوے اور طبیب اسکی مرض کی تشخیص کرکے کہے کہ تمہیں دو مہینے تک میرے پاس رہکر علاج کرانا پڑیگا۔ مگر وہ کہے کہ نہیں دو مہینے تک تو میں رہ نہیں سکتا تم ابھی کوئی قطرہ ایسا دو کہ ساری مرض جاتی رہے۔ ایسا جلد باز مریض کیا خاک فائدہ اٹھائیگا۔ وہ تو اپنا ہی نقصان کریگا۔ اسکیلئے قانون قدرت تو بدل نہیں جاویگا۔

وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبدِيلًا

پس یہ بڑی بدبختی ہے کہ دنیا کے کاموں میں عقل سے کام لیتا ہے۔ لیکن دین کے کاموں میں عقل کو بیکار اور معطل کر دیتا ہے۔ یہ خطرناک مرض ہے۔ اس کا علاج یہی ہے کہ کثرت سے استغفار کرتا رہے۔ نیک صحبت میں رہے اور دعاؤں میں لگا رہے۔ اگر یہ نہیں کرتا تو وہ ہلاک ہو جاویگا۔ اللہ تعالیٰ اسکی کچھ بھی پرواہ نہیں کرتا لیکن جو صدق دل اور نیک نیتی کے ساتھ خدا کی طرف قدم اٹھاتا ہے اور اس راہ میں تھکتا اور گھبراتا نہیں دعاؤں میں لگا رہتا ہے۔ امید ہے کہ وہ ایک دن اپنے مقصود کو پالے۔

۸ مئی سنہ ۱۹۰۳ء

حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام گورداسپور تھے ہمارے مکرم خلیفہ رجب الدین صاحب تاجر برنج لاہور بھی شرف نیاز کیلئے آئے ہوئے تھے خلیفہ صاحب ایک روشن خیال اور ذی فہیم آدمی ہیں وہ لاہور کے حالات ذکر کرتے رہے کہ وہاں کے مسلمانوں کی عجیب حالت ہو رہی ہے ہر اتوار کو زیارتیں نکالکر باہر لیجاتے ہیں۔ اور اس فعل کو دفعیہ طاعون کیلئے کافی سمجھتے ہیں مسلمانوں کی اس حالت پر خلیفہ صاحب افسوس کرتے رہے اور اپنے مختلف حالات سناتے رہے۔ آخر آپ نے عرض کیا۔

خلیفہ صاحب۔ طاعون میں بعض مقامات جو ہمارے احباب مرتے ہیں اور لوگ اعتراض کرتے ہیں اس کا کیا جواب دیا جاوے

حضرت اقدس۔ اصل بات یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی مامور کو دنیا میں بھیجتا ہے تو سنت اللہ یہی ہے کہ نبی کیلئے کوئی نہ کوئی عذاب بھی بھیجتا ہے اور یہ اسوقت ہوتا ہے جب اسکی مخالفت حد سے بڑھ جاتی ہے اور شوخی و شرارت میں اہل دنیا بہت ترقی کر جاتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ سے بکلی دور جا پڑتے ہیں وہ عذاب اگرچہ خاص منکرین کیلئے ہوتا ہے۔ مگر سنت اللہ یہی ہے کہ بعض متبعین بھی شہید ہو جاتے ہیں۔ وہ عذاب اوروں کیلئے عذاب ہوتا ہے مگر ان کیلئے باعث شہادت۔ چنانچہ قرآن شریف سے صاف طور پر پتا ہے کہ کفار جو بار بار عذاب مانگتے ہیں اللہ تعالیٰ نے بتایا تھا کہ تمہیں عذاب بصورت جنگ نازل ہوگا آخر جب وہ سلسلہ عذاب کا شروع ہوا اور کفار کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لڑائیاں ہوئیں لیکن تو کون کہہ سکتا ہے کہ ان جنگوں میں صحابہ شہید نہیں ہوئے۔ حالانکہ مسلم بات ہے کہ وہ تو کفار پر عذاب تھا اور خاص انکے ہی لئے آیا تھا۔ مگر صحابہ کو بھی چشم زخم پہنچا۔ اور بعض جو علم الٰہی میں مقدر تھے شہید ہوگئے۔ جن کی بابت خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء عند ربہم یرزقون یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کئے جاویں انکو مردے مت کہو بلکہ وہ تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک زندہ ہیں اور اسی جگہ انکی نسبت فرمایا۔ فرحین بما اتٰہم اللہ۔

اب بتاؤ کہ وہ جنگ ایک ہی قسم کا تھا لیکن وہ کفار کیلئے عذاب تھا مگر صحابہ کیلئے باعث شہادت اسیطرح پر اب بھی حالت ہے لیکن انجام کار دیکھا جاویگا کہ طاعون سے فائدہ کس کو رہتا ہے اور ہمارے مخالفین کو اسوقت معلوم ہوگا کہ کون کم ہوا اور کون بڑھ گئے میں دیکھتا ہوں کہ ہماری جماعت خدا کے فضل سے غیر معمولی طور پر بڑھ رہی ہے اور اسکی وجہ طاعون ہی ہے بعض ایسے لوگوں کی درخواستیں بیعت کی اسلئے آئی ہیں جو طاعون میں مبتلا ہو کر لکھتے ہیں کہ اسوقت مجھے طاعون ہوا ہوا ہے اگر زندہ رہا تو پھر آکر بھی بیعت کرونگا فی الحال تحریری کرتا ہوں۔ طاعون کے ذریعہ سے کئی ہزار آدمی اس سلسلہ میں شامل ہوئے ہیں۔

خلیفہ صاحب۔ وہ جنگ تو اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے تھا

حضرت اقدس۔ یہ طاعون بھی اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے ہے۔ خدا تعالیٰ نے دو نشان مسیح موعود کی سچائی کیلئے زمینی اور آسمانی اور بہت سے نشانوں کے سوا مقرر کئے تھے آسمانی نشان تو کسوف و خسوف کا تھا جو رمضان کے مہینے میں واقع ہو گیا جسطرح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا دوسرا زمینی نشان طاعون کا تھا وہ بھی پورا ہو گیا۔ ابھی طاعون کا پنجاب میں نام و نشان بھی نہ تھا جب میں نے اسکی خبر دی تھی اسوقت شتاب کار لوگوں نے جلد بازی کی اور خدا تعالیٰ کے اس بزرگ نشان کو ہنسی میں اڑانا چاہا مگر اب گو وہ زبان سے اقرار نہ کریں مگر ان کے دلوں نے تسلیم کر لیا ہے کہ وہ پیشگوئی جو طاعون کے متعلق تھی پوری ہو گئی اس نشان سے اعلاء کلمۃ اللہ اسطرح پر ہوگا کہ لوگ آخر جب اسکو عذاب الٰہی سمجھکر اسکے موجبات پر غور کرینگے اور فسق و فجور اور شرارت وہ شوخی کو چھوڑ کر خدا تعالیٰ کیطرف آوینگے اور سمجھ لینگے کہ خدا حق ہے تو اس سے اعلاء کلمۃ اللہ ہوگا یا نہیں؟ جیسا کہ میں نے ابھی کہا ہے یہ طاعون کام کر رہی ہے اگر اس گروہ میں ایک شہید ہو جاتا ہے تو اس کے قائمقام ہزار آتے ہیں پھر یہ نادانوں کا شبہ فضول ہے کہ کیوں مرتے ہیں ہم کہتے ہیں صحابہ جنگ میں کیوں شہید ہوتے تھے؟ کسی مولوی سے پوچھو کہ وہ جنگ عذاب تھا یا نہیں؟ ہر ایک کو کہنا پڑیگا کہ عذاب تھا تو پھر ایسا اعتراض کیوں کرتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جا پڑتا ہے لیکن اگر کوئی کہے کہ پھر نشان مشتبہ ہو جاتا ہے ہم کہتے ہیں کہ نہیں نشان مشتبہ نہیں ہوتا اسواسطے کہ انجام کار کفار کا ستیاناس ہو گیا اور انہیں کوئی بھی باقی نہ رہا۔ اور اسلام ہی اسلام نظر آتا تھا جیسا کہ فرمایا اذا جاء نصر اللہ والفتح ورأیت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا کا نظارہ نظر آگیا اسیطرح پر طاعون کا حال ہے۔ اسوقت لوگوں کو تعجب معلوم ہوتا ہے اور وہ اعتراض کرتے ہیں لیکن ایک وقت آتا ہے جب طاعون اپنا کام کرکے چلی جاویگی اس وقت معلوم ہوگا کہ اس نے کسکو نفع پہنچایا اور کون خسارہ میں رہیگا۔ یہ اس زمانہ کیلئے ایک عظیم الشان نشان ہے جسکا ذکر ساری کتابوں میں چلا آتا ہے اور اسی سے اسقدر جلدی لوگ حق کی طرف آتے ہیں کہ پہلے نہیں آتے تھے۔

خلیفہ صاحب۔ حضور کیا ایسے لوگ طاعون سے بچ جاوینگے؟

حضرت اقدس۔ اسمیں کیا شک ہے کہ وہ امن میں ہو گئے۔ اگر اس سلسلہ میں ہوکر اسمیں سے کوئی مر بھی جاوے تو وہ شہادت ہوگی اور خدا کے مامور پر ایمان لانیکا یہ فائدہ تو حاصل ہو گیا۔

میں نے جسقدر طاعون کے متعلق کھول کھولکر بیان کیا ہے کسی نے نہیں کیا۔ متواتر میں اس پیشگوئی کو شائع کرتا رہا اور خدا تعالیٰ نے مختلف کلموں میں مختلف اوقات میں اسکے متعلق مجھ پر کھولا اور میں نے لوگوں کو سنایا یا مسیح الخلق عدوانا۔ بہت پرانا الہام ہے*

* جو چھپکر شائع ہو چکا ہے۔ پھر وہ سیاہ پودے والی رؤیا اور ہاتھی والی رؤیا۔ غرض یہ طاعون خدا کی طرف سے مامور ہو کر آئی ہے اور اپنا کام کر رہی ہے۔ بعض لوگ شرارت سے کہتے ہیں کہ یہ طاعون انکی شامت اعمال سے آئی ہے یہ تو وہی بات ہے جیسے حضرت موسیٰ کو الزام دیا تھا۔ مگر کوئی ان سے پوچھے کہ یہ عجیب بات ہے کہ شامت تو ہمارے اعمال سے آئی ہے۔ اور ہماری حفاظت کو خدا تعالیٰ ایک نشان قرار دیتا ہے اور مرتے ہیں دوسرے۔ اسوقت ایک خاص

مسیح موعود کی تعلیم

مگر قبل اس کے کہ میں اس اشتہار* کا جواب لکھوں اپنی جماعت کے لوگوں کو نصیحت کہتا ہوں کہ جو کچھ اس اشتہار کے لکھنے والوں اور ان کی جماعت نے محض دل دکھانے اور توہین کی نیت سے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت مال خور اور ٹھگ اور کاذب اور ہنگام کے لفظ کو استعمال میں لائے ہیں اور مجھے لوگوں کا دغا بازی سے مال کھانے والا قرار دیا ہے اور یا جو خود میری جماعت کی نسبت سور اور کتے اور مردار خوار اور گدھے اور بندر وغیرہ کے الفاظ استعمال کئے ہیں اور ملیچھ ان کا نام رکھا ہے ان تمام دکھ دینے والے الفاظ پر وہ صبر کریں اور میں اس جوش اور اشتعال طبع کو خوب جانتا ہوں کہ جو انسان کو اس حالت میں پیدا ہوتا ہے کہ جبکہ نہ صرف اس کو گالیاں دی جاتی ہیں بلکہ اوس کے رسول اور پیشوا اور امام کو توہین اور تحقیر کے الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے اور سخت اور غضب پیدا کرنیوالے الفاظ سنائے جاتے ہیں۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ اگر تم ان گالیوں اور بدزبانیوں پر صبر نہ کرو تو پھر تم میں اور دوسرے لوگوں میں کیا فرق ہوگا اور یہ کوئی ایسی بات نہیں کہ تمہارے ساتھ ہوئی اور پہلے کسی سے نہیں ہوئی ہر ایک سچا سلسلہ جو دنیا میں قائم ہوا ضرور دنیا نے اس سے دشمنی کی ہے سو چونکہ تم سچائی کے وارث ہو ضرور ہے کہ تم سے بھی دشمنی کریں سو خبردار رہو نفسانیت تم پر غالب نہ آوے ہر ایک سختی کی برداشت کرو ہر ایک گالی کا نرمی سے جواب دو تا آسمان پر تمہارے لئے اجر لکھا جاوے۔ تمہیں چاہئے کہ آریوں کے رشیوں اور بزرگوں کی نسبت ہرگز سختی کے الفاظ استعمال نہ کرو تا وہ بھی خدائے قدوس اور اس کے رسول پاک کو گالیاں نہ دیں کیونکہ ان کو معرفت نہیں دیکھی اس لئے وہ نہیں جانتے کہ کس کو گالیاں دیتے ہیں۔ یاد رکھو ہر ایک جو نفسانی جوشوں کا تابع ہے ممکن نہیں کہ اوس کے لبوں سے حکمت اور معرفت کی بات نکل سکے بلکہ ہر ایک قول اوس کا فساد کے کیڑوں کا ایک انڈہ ہوتا ہے بجز اس کے اور کچھ نہیں۔ پس اگر تم روح القدس کی تعلیم سے بولنا چاہتے ہو تو تمام نفسانی جوش اور نفسانی غضب اپنے اندر سے باہر نکال دو تب پاک معرفت کے بھید تمہارے ہونٹوں پر جاری ہوں گے اور آسمان پر تم دنیا کے لئے ایک سفید چیز سمجھے جاؤ گے اور تمہاری عمریں بڑھائی جائیں گی۔ تمسخر سے بات نہ کرو اور ٹھٹھے سے کام نہ لو اور چاہئے کہ سفلہ پن اور اوباشی پن کا تمہاری کلام پر کچھ رنگ نہ ہو تا حکمت کا چشمہ تم پر کھلے حکمت کی باتیں دلوں کو فتح کرتی ہیں لیکن تمسخر اور سفاہت کی باتیں فساد پھیلاتی ہیں جہاں تک ممکن ہو سچی باتوں کو نرمی کے لباس میں بتاؤ تا سامعین کیلئے موجب ملال نہ ہوں جو شخص حقیقت کو نہیں سوچتا اور نفس سرکش کا بندہ ہو کر بدزبانی کرتا ہے اور شرارت کے منصوبے جوڑتا ہے وہ ناپاک ہے اوس کو کبھی خدا کی طرف راہ نہیں ملتی۔ اور نہ کبھی حکمت اور حق کی بات اس کے مونہہ پر جاری ہوتی ہے پس اگر تم چاہتے ہو کہ خدائی راہیں تم پر کھلیں تو نفسانی جوشوں سے دور رہو اور کھیل بازی کے طور پر بحثیں مت کرو کہ یہ کچھ چیز نہیں اور وقت ضائع کرنا ہے بدی کا جواب بدی کے ساتھ مت دو نہ قول سے نہ فعل سے تا خدا تمہاری حمایت کرے۔ اور چاہئے کہ درد مند دل کے ساتھ سچائی کو لوگوں کے سامنے پیش کرو نہ ٹھٹھے اور ہنسی سے کیونکہ مردہ ہے وہ دل جو ٹھٹھا ہنسی اپنا طریق رکھتا ہے اور ناپاک ہے وہ نفس جو حکمت اور سچائی کے طریق کو نہ آپ اختیار کرتا ہے اور نہ دوسرے کو اختیار کرنے دیتا ہے سو تم اگر پاک علم کے وارث بننا چاہتے ہو تو نفسانی جوش سے کوئی بات مونہہ سے مت نکالو کہ ایسی بات حکمت اور معرفت سے خالی ہوگی اور سفلہ اور کمینہ لوگوں اور اوباشوں کی طرح نہ چاہو کہ دشمن کو خواہ مخواہ جنگ آمیز اور تمسخر کا جواب دیا جاوے بلکہ دل کی راستی سے سچا اور پر حکمت جواب دو تا تم آسمانی اسرار کے وارث ٹھیرو۔

واضح رہے کہ صرف زبان سے بیعت کا اقرار کرنا کچھ چیز نہیں ہے جب تک دل کی عزیمت سے اس پر پورا پورا عمل نہ ہو پس جو شخص میری تعلیم پر پورا پورا عمل کرتا ہے وہ اس میرے گھر میں داخل ہو جاتا ہے جس کی نسبت خدا تعالیٰ کی کلام میں یہ وعدہ ہے انی احافظ کل من فی الدار یعنی ہر ایک جو تیرے گھر کی چار دیوار کے اندر ہے میں اوس کو بچاؤں گا اس جگہ یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ وہی لوگ میرے گھر کے اندر ہیں جو میرے اس خاک و خشت کے گھر میں بود و باش رکھتے ہیں بلکہ وہ لوگ بھی جو میری پوری پیروی کرتے ہیں میرے روحانی گھر میں داخل ہیں۔ پیروی کرنے کیلئے یہ باتیں ہیں کہ وہ یقین کریں کہ اون کا ایک قادر اور قیوم اور خالق الکل خدا ہے جو اپنی صفات میں ازلی ابدی اور غیر متغیر ہے نہ وہ کسی کا بیٹا نہ کوئی اوسکا بیٹا وہ دکھ اٹھانے اور صلیب پر چڑھنے اور مرنے سے پاک ہے وہ ایسا ہے کہ باوجود دور ہونے کے نزدیک ہے اور باوجود نزدیک ہونے کے وہ دور ہے اور باوجود ایک ہونے کے اسکی تجلیات الگ الگ ہیں انسان کی طرف سے جب ایک نئے رنگ کی تبدیلی ظہور میں آوے تو اس کیلئے وہ ایک نیا خدا بنجاتا ہے اور ایک نئی تجلی کے ساتھ اس سے معاملہ کرتا ہے اور انسان بقدر اپنی تبدیلی کے خدا میں بھی تبدیلی دیکھتا ہے مگر یہ نہیں کہ خدا میں کچھ تغیر آجاتا ہے بلکہ وہ ازل سے غیر متغیر اور کمال تام رکھتا ہے لیکن انسانی تغیرات کے وقت جب نیکی کیطرف انسان کے تغیر ہوتے ہیں تو خدا بھی ایک نئی تجلی سے اس پر ظاہر ہوتا ہے اور ہر ایک ترقی یافتہ حالت کے وقت جو انسان سے ظہور میں آتی ہے خدا تعالیٰ کی قادرانہ تجلی بھی ایک ترقی کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے وہ خارق عادت قدرت اسی جگہ دکھلاتا ہے جہاں خارق عادت تبدیلی ظاہر ہوتی ہے۔ خوارق اور معجزات کی یہی جڑ ہے۔ یہ خدا ہے جو ہمارے سلسلہ کی شرط ہے اس پر ایمان لاؤ اور اپنے نفس پر اور اپنے آراموں پر اور اس کے کل تعلقات پر اوس کو مقدم رکھو اور عملی طور پر بہادری کے ساتھ اس کی راہ میں صدق و صفا دکھلاؤ۔ دنیا اپنے اسباب اور اپنے عزیزوں پر اوس کو مقدم نہیں رکھتی مگر تم اوس کو مقدم رکھو تا تم آسمان پر اس کی جماعت لکھے جاؤ۔ رحمت کے نشان دکھلانا قدیم سے خدا کی عادت ہے۔ مگر تم اس حالت میں اس عادت سے حصہ لے سکتے ہو کہ تم میں اور اس میں کچھ جدائی نہ رہے اور تمہاری مرضی اسکی مرضی اور تمہاری خواہشیں اسکی خواہشیں ہو جائیں اور تمہارا سر ہر ایک وقت اور ہر ایک حالت مرادیابی اور نامرادی میں اس کے آستانہ پر پڑا رہے تا جو چاہے سو کرے اگر تم ایسا کروگے تو تم میں وہ خدا ظاہر ہوگا جس نے مدت سے اپنا چہرہ چھپا لیا ہے کیا کوئی تم میں ہے جو اس پر عمل کرے اور اس کی رضا کا طالب ہو جائے اور اس کی قضا و قدر پر ناراض نہ ہو سو تم مصیبت کو دیکھ کر اور بھی قدم آگے رکھو کہ تمہاری ترقی کا ذریعہ ہے اور اسکی توحید زمین پر پھیلانے کیلئے اپنی تمام طاقت سے کوشش کرو اور اس کے تمام بندوں پر رحم کرو اور ان پر زبان یا ہاتھ یا کسی تدبیر سے ظلم نہ کرو اور مخلوق کی بھلائی کیلئے کوشش کرتے رہو اور کسی پر تکبر نہ کرو گو اپنا ماتحت ہو اور کسی کو گالی مت دو گو وہ گالی دیتا ہو غریب اور حلیم اور نیک نیت اور مخلوق کے ہمدرد بنجاؤ تا قبول کئے جاؤ۔ بہت ہیں جو حلم ظاہر کرتے ہیں مگر وہ اندر سے بھیڑئے ہیں بہت ہیں جو اوپر سے صاف ہیں مگر اندر سے سانپ ہیں سو تم اسکی جناب میں قبول نہیں ہو سکتے جب تک ظاہر و باطن ایک نہ ہو بڑے ہو کر چھوٹوں پر رحم کرو نہ اونکی تحقیر۔ اور عالم ہو کر نادانوں کو نصیحت کرو نہ خود نمائی سے انکی تذلیل اور امیر ہو کر غریبوں کی خدمت کرو نہ خود پسندی سے انپر تکبر۔ ہلاکت کی راہوں سے ڈرو۔ خدا سے ڈرتے رہو اور تقویٰ اختیار کرو اور مخلوق کی پرستش نہ کرو اور اپنے مولا کیطرف منقطع ہو جاؤ اور دنیا سے دل برداشتہ رہو اور اسی کے ہو جاؤ اور اسی کے لئے زندگی بسر کرو اور اس کے لئے ہر ایک ناپاکی اور گناہ سے نفرت کرو کیونکہ وہ پاک ہے چاہئے کہ ہر ایک صبح تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے تقویٰ سے رات بسر کی اور ہر ایک شام تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا۔ دنیا کی لعنتوں سے مت ڈرو کہ وہ دھوئیں کیطرح دیکھتے دیکھتے غائب ہو جاتی ہیں اور وہ دن کو رات نہیں کر سکتیں بلکہ تم خدا کی لعنت سے ڈرو جو آسمان سے نازل ہوتی اور جس پر پڑتی ہے اسکی دونوں جہانوں میں بیخکنی کر جاتی ہے تم ریاکاری کے ساتھ اپنے تئیں بچا نہیں سکتے کیونکہ وہ خدا جو تمہارا خدا ہے اسکی انسان کے پاتال تک نظر ہے کیا تم اوس کو دہوکا دے سکتے ہو پس تم سیدھے ہو جاؤ اور صاف ہو جاؤ اور پاک ہو جاؤ اور کھرے ہو جاؤ اگر ایک ذرہ تیرگی تم میں باقی ہے تو وہ تمہاری ساری روشنی کو دور کر دے گی۔ اور اگر تمہارے کسی پہلو میں تکبر ہے یا ریا ہے یا خود پسندی ہے یا کسل ہے تو تم ایسی چیز نہیں ہو کہ جو قبول کے لائق ہو ایسا نہ ہو کہ تم صرف چند باتوں کو لیکر اپنے تئیں دہوکہ دو کہ جو کچھ ہم نے کرنا تہا کر لیا ہے کیونکہ خدا چاہتا ہے کہ تمہاری ہستی پر پورا پورا انقلاب آوے اور وہ تم سے ایک موت مانگتا ہے جس کے بعد وہ تمہیں زندہ کریگا تم آپس میں جلد صلح کرو اور اپنے بھائیوں کے گناہ بخشو کیونکہ شریر ہے وہ انسان کہ جو اپنے بھائی کے ساتھ صلح پر راضی نہیں وہ کاٹا جاویگا کیونکہ وہ تفرقہ ڈالتا ہے تم اپنی نفسانیت ہر ایک پہلو سے چھوڑ دو اور باہمی ناراضگی جانے دو اور سچے ہو کر جھوٹے کی طرح تذلل کرو تا تم بخشے جاؤ۔ نفسانیت کی فربہی چھوڑ دو کہ جس دروازے کیلئے تم بلائے گئے ہو اس میں سے ایک فربہ انسان داخل نہیں ہو سکتا کیا ہی بدقسمت وہ شخص ہے جو ان باتوں کو نہیں مانتا جو خدا کے مونہہ سے نکلیں اور میں نے بیان کیں تم اگر چاہتے ہو کہ آسمان پر تم سے خدا راضی ہو تو تم باہم ایسے ایک ہو جاؤ جیسے ایک پیٹ میں سے دو بھائی۔ تم میں سے زیادہ بزرگ وہی ہے جو زیادہ اپنے بھائی کے گناہ بخشتا ہے اور بدبخت ہے وہ جو ضد کرتا ہے اور نہیں بخشتا سو اسکا مجھ میں حصہ نہیں۔

(باقی آئندہ)

* نوٹ قادیانی آریوں کا اشتہار [illegible]۔ ایڈیٹر

حضرت اقدس کی اچھوتی اور پرانی تحریریں

خاص الحکم کے کالموں میں شائع ہوتی ہیں

چند ابیات پرمعرفت

این ہمہ وحی است از رب السما
کافرم گر این نباشد از خدا
وحی حق است این ز فیض ذات پاک
صادقیم و بر سر کذاب خاک

شکر قیصرہ اس رحیم و کریم خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ جس نے ہمیں زیر سایہ قیصرہ ہند پناہ دیکر یہ موقع عنایت فرمایا کہ ہم اپنی ذات اور اپنی قوم اور اپنے بنی نوع کیلیے سچی ہمدردی کر سکیں اور ترقی کی ان راہوں پر چلنے سے ابدی جہان کے لیے سرمایہ اکٹھا کر سکتے ہیں۔

قرآن شریف صاف لفظوں میں بیان فرماتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بعض عیسائی توحید پر قائم تھے جیسا کہ فرماتا ہے ولو انھم اقاموا التورات والانجیل وما انزل الیھم من ربھم لاکلوا من فوقھم ومن تحت ارجلھم منھم امۃ مقتصدۃ وکثیر منھم ساء ما یعملون الجزو نمبر ۶ سورۃ المائدہ امت مقتصدہ وہی امت ہوتی ہے جو اپنے اعتقاد اور عملی طریقوں میں صراط مستقیم پر قائم ہو۔ یہود کا طریق اقتصاد کو چھوڑنا ..... انکار انبیا تھا اور عیسائیوں کا اقتصاد کو چھوڑنا مسیح کی شان میں غلو تھا۔

پھر دوسری آیت یہ ہے یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وآمنوا برسولہ یؤتکم کفلین من رحمتہ۔ الجزو ۲۸ سورۃ المجادلہ۔ یہ عیسائیوں کے حق میں ہے اسجگہ بھی فرمایا ہے کہ اے وے عیسائیو جو مومن ہو تین خدا کہکر کافر نہیں بنے تم اسلام لاؤ تا تمہیں دو حصے ثواب لے سکے اس سے اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح ابن مریم اور اب فرماتا ہے یا ایھا الذین آمنوا۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ مومن انہیں کو ٹھیراتا ہے جو مسیح کو خدا نہیں سمجھتے۔ اور صاف ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت دو فرقے تھے۔ ایسا ہی حدیثوں سے بھی ثابت ہوتا ہے جیسا کہ قیصر روم کی

کا گواہی دینا کہ مسیح کی شان اس سے زیادہ نہیں کہ وہ نبی اللہ تھا اب ظاہر ہے کہ اس فرقہ کی کوئی انجیل بھی ہوگی سو یہ ہی انجیل ہے جسکی تصدیق قرآن میں پائی جاتی ہے۔

متی وغیرہ انجیلوں کے بیان اس وجہ سے بھی قابل اعتبار نہیں کہ ان میں جھوٹ بہت لکھا ہے اور جھوٹی پیشگوئیوں کو مروڑنا چاہا ہے یا اپنی طرف سے جھوٹی پیشگوئیاں بنائی ہیں مثلاً تیسرے باب میں متی لکھتا ہے کہ وہ ناصری کہلائے گا حالانکہ نبیوں کی کتابوں میں کہیں اس کا ذکر نہیں اور ناصرہ کے معنی کسی جگہ شاخ کے نہیں آئے بلکہ سرسبز مکان کو ناصرہ کہتے ہیں اور اگر بفرض محال کسی شاخ کو بھی کہتے ہوں تو ناصرہ جو گاؤں تھا اس سے اسکو کچھ تعلق نہیں کیونکہ یہ گاؤں ٹیلے پر تھا اور اس کے اردگرد سبزی بہت تھی اس لیے اسکو ناصرہ کہا کرتے تھے۔ یہ نہیں کہ وہ ایک شاخ تھی۔

دوسرے اس وجہ سے بھی متی وغیرہ کا بیان قابل اعتبار نہیں کہ انکی طرف سے الہام کا دعوی ثابت نہیں کہیں نہیں لکھا کہ یہ کتابیں الہام سے لکھی گئی ہیں۔

تیسرے اس وجہ سے کہ وہ لوگ بے وفا اور دغاباز تھے ان کے دل میں پختہ یقین نہ تھا۔

انجیلوں میں صرف بیٹے کا لفظ آنا عیسائیوں کے لیے مفید نہیں کیونکہ یہودی لوگ نیک انسانوں پر بیٹے کا لفظ اطلاق کرتے تھے ہاں اگر کوئی معمولی انسان اپنے تئیں خدا کا بیٹا کہے تو یہ کلمہ کفر سمجھتے تھے سو چونکہ وہ یسوع کو اچھا آدمی نہیں سمجھتے تھے اور بار بار کہتے تھے کہ یہ وہی ہے جسکو ہم جانتے ہیں یعنی اسکے چال چلن سے ہم واقف ہیں اسلیے وہ یسوع کے منہ سے ایسا کلمہ نکلنا کفر کا کلمہ سمجھتے تھے اور پھر حسد کے راہ سے اسپر اور بھی حاشیے چڑھاتے تھے۔

حواری غبی اور بلید بھی تھے اور خدا کے کلام کو سمجھتے نہیں تھے اور ان سے انجیلوں کے لکھنے سے بڑی بڑی غلطیاں ہوئیں اور بڑے ناپاک مبالغے انکو ظہور میں آئے ہیں۔ اور خود انجیلوں سے ثابت ہے کہ وہ جھوٹ بھی بولتے تھے۔

بن باپ ہونا خدا ہونے کی دلیل نہیں ہو بموجب اقرار عیسائیوں کے ملک صدق سالم بھی بن باپ تھا اور دنیا میں ہزاروں کیڑے کوڑے بغیر ماں باپ کے پیدا ہو جاتے ہیں۔

مسیح کی خدائی پر کوئی عقلی دلیل قائم نہیں ہو سکتی کیونکہ عقل قواعد کلی کے ذریعہ سے بحث کرتی ہے جیسا کہا

جاوے کہ کھجور خشک اور میٹھی ہے اور جو چیز خشک اور میٹھی ہو وہ گرم ہوتی ہے اور نیلوفر چونکہ اور ایک آبی بوٹی ہے اور جو بوٹی بھیگی اور آبی ہو وہ سرد ہوتی ہے پس جبکہ عقلی طور پر مسیح کے خدا ہونے کا ثبوت نہیں ہو سکتی تو اب صرف نقلی طور باقی رہا سو اس میں مقدم توریت ہے۔

اور ایک ذریعہ مسیح کے خدا بنانے کا یہ ہو سکتا ہے کہ اس نے آپ خدائی کا دعوی کیا ہو مگر اپنا کلام اس کا کوئی محفوظ نہیں بلکہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ انجیلیں حواریوں کو الہام ہوئی تھیں گویا ان کلمات کو اسوقت مسیح کا کلام مانا جائے گا کہ جب اول حواریوں کا الہام صحیح مانا جائے حواریوں نے کہیں یہ دعوی نہیں کیا تھا کہ یہ کلمات ہم نے مسیح کی زبانی سنے تھے بلکہ عیسائی عقیدہ یہ ہے کہ یہ کلمات ان کے الہامی ہیں اور انکی صحت الہام کی صحت پر موقوف ہے پس جبکہ الہام کی صحت میں سخت سخت شبہات ہیں تو کیونکر یہ کلمات صحیح ہو سکتے ہیں ہاں اگر الہام کا دعوی نہ ہوتا اور صرف یہ دعوی ہوتا کہ مسیح کے منہ سے یہ کلمات سنے ہیں تو تاریخی طور پر تحقیقات کیجاتی مگر معلوم ہوتا ہے کہ مسیح کی تعلیم کو بھول چکے تھے پس کیوں نہ کہا جاوے کہ یہ شیطانی خیالات ہیں۔

آجکل کی تحقیقاتوں سے ثابت ہو گیا ہے کہ ستاروں میں بھی آبادی ہے پس اس آبادی کیلیے بھی کسی ذریعہ نجات کی ضرورت ہے پس اگر کوئی ابن اللہ پہلے بھی مصلوب ہوا تھا تو یہ بات غلط ہے کیونکہ یسوع اکلوتا بیٹا کہلاتا ہے۔

عیسائیوں کو جب مباہلہ کے لیے کہا جاوے تو کہتے ہیں کہ ہمارے مذہب میں کسی پر لعنت بھیجنا ضرورت نہیں سو یاد رہے کہ اسجگہ لعنت سے ..... حقیقی لعنت مراد نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ جو شخص ہم میں سے لعنتی ہے اسپر اسی جہان میں آثار لعنت کے ظاہر ہو جائیں اور یہ مراد ہرگز نہیں کہ وہ ضرور عاقبت میں دوزخی ہوے کیونکہ عاقبت کا دوزخ ہنوز مخفی ہے کسی پر حجت نہیں اور ایک کاذب اخیر عمر تک توبہ کر سکتا ہے مگر اس جگہ آثار لعنت حجت ہیں اور وہ آثار توبہ کرنیوالوں کے لیے توبہ کا موقعہ دیتے ہیں سو وہ درحقیقت بیماروں کے لیے اچھی ہیں اور وہ خداوند کریم سے کتاب الٰہی میں ایک آخری علاج ہے غرض وہ لعنت آخرت سے متعلق نہیں ما سوا اسکے یہ ہرگز نہیں کہ ہم کسی دوسرے معین اور مقرر انسان پر لعنت کرتے ہیں بلکہ لعنت جھوٹھے پیروی کرنے والے پر ہے کوئی ہو سو اس کا مصداق ایک فریق نہیں بلکہ وہی مصداق ہے جسپر خدا کی لعنت ہو چکی ہے سو اس مباہلہ سے یہ غرض ہے کہ جسپر پہلے سے خدا کی لعنت ہو چکی ہے اس لعنت کے آثار ظاہر ہوں تا تینوں طریق معقول اور منقول اور سماوی لعنت کے آثار سے فیصلہ ہو جائے سو قرآن نے یہ تینوں

طریق عیسائیوں کے مقابل پر پیش کیے اور کسی فرقہ کے مقابل پر پیش نہیں کیے کیونکہ یہی دجال اکبر ہیں

ناحاش یا نحاش کا لفظ جو توریت میں سانپ کو معنی پر آیا ہے اسجگہ یہ تعجب ہے کہ اس سے مقدمہ دجال کے کیوں معنی لیے جاتے ہیں عبرانی میں تو صرف سانپ کے معنوں پر آیا ہے اور اگر سانپ ہی مراد ہے جیسا کہ لغت عبرانی میں صرف سانپ کے معنی ہیں تو یہ معنی فاسد ٹھیرتے ہیں کیونکہ انسان کے جان کے دشمن صرف سانپ ہی نہیں بلکہ بچھو بھی ہے ایسا ہی اور کئی حشرات الارض ہیں ماسوا اسکے طرح طرح کے درندے انسان کی جان کے دشمن ہیں جیسے شیر بھیڑیا چیتا وغیرہ ایسا ہی کئی زہریں انسان کی دشمن ہیں۔ مگر توریت میں یہ نہیں آیا کہ ان چیزوں سے بھی کوئی شرارت ہوئی تھی

توریت سے ثابت ہوتا ہے کہ سانپ آدم کے گناہ سے پہلے ہی لعنتی جانور تھا جس نے خدا کی مخالفت کی سو سوال یہ ہے کہ یہ آدم سے پہلے کیونکر لعنتی ہو گیا۔

توریت کا بیان ہے کہ سانپ نے حوا سے باتیں کیں لیکن ظاہر ہے کہ خدا کے قانون قدرت میں یہ بات داخل نہیں ہے کہ سانپ انسان سے باتیں کرے سو کچھ شک نہیں کہ سانپ سے مراد شیطان ہے گو نحاش کا لفظ عبرانی میں صرف سانپ پر اطلاق پاتا ہے مگر کچھ شک نہیں کہ جو ام الالسنہ (عربی) میں لفظ آیا ہے وہ خناس ہے اور خناس کو غیر مرتب طور پر مقلوب کرکے اور نا کا لفظ اشارہ کرکے اس پر تین نقطے ڈالکر نحاش بنا لیا گیا ہے لیکن اب سوال یہ ہے کہ خدا کے قانون قدرت کے رو سے شیطان بھی انسان کے ساتھ باتیں نہیں کرتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ شیطان نے حوا سے خواب میں سانپ کی صورت پر باتیں کیں یا کشف میں جو بیداری کے مشابہ ہوتا ہے باتیں کیں اور تعبیر کی رو سے سانپ شیطان کا نام ہے اور سانپ سے باتیں کرنا یہ ہے کہ کوئی ظالم بادشاہ ظہور کرے جیسا کہ لکھا ہے ان رای انہ یکلمہ الحیۃ ظھر عدو من الفراعنۃ پس یہ بات قریب قیاس ہے کہ آدم کے خروج کا باعث ہوا ہو کہ کوئی جابر بادشاہ اس ملک میں آگیا ہو اور اسنے آدم کو اس ملک سے نکالدیا ہو کیونکہ یہ عادت اللہ میں داخل نہیں ہے کہ یونہی خدا کے فرشتے دنگے دیکر نکالیں۔ سانپ کا حوا سے باتیں کرنا صاف دلالت کرتا ہے کہ یہ ایک استعارہ ہے کیونکہ خدا کا قانون قدرت حیوانات کی شہادت نہیں دیتا کہ حیوانات انسان سے باتیں کریں اور سلیمان سے طیور کا باتیں کرنا بھی بطریق کشف کے تھا یا ظاہری طور پر اسی لیے وہ معجزہ تھا اور اگر وہ فعل محض انسانی قوی کے ذریعہ سے ہوتا تو آجکل کروڑہا آدمی حیوانات سے گفتگو کر سکتے۔

استفسار اور اُن کے جواب

منشی عالم شیر صاحب سارجنٹ ... کچھ سوالات بغرض جواب بھیجتے ہیں ہم نے ان سوالات کو حضرت حکیم الامت کے حضور پیش کرکے مختصر جواب حاصل کیا ہے اور فائدہ عام کیلئے درج کرتے ہیں۔

سوال۔ جس قوم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر اہل ... نے ... سوال قرار دیا ہے ... ان کی نقل کیسے جائز ہے یا نہیں

جواب۔ کسی قوم کے ساتھ تشبہ کرنا تعلق کے بڑھانے کا ذریعہ ہے لیکن مذہب اسلام ہر ایک افراط و تفریط کو روکتا ہے نہ ایسی پابندی بتاتا ہے جس سے عامہ خلائق کو تکلیفات پیش آویں نہ ایسی آزادی بخشتا ہے جو مذہب کی پروا نہ رہے اسلام نے تو وہ آزادی نہیں دی جو مذہب عیسوی کو ہے اور نہ ہر امر میں ایسی سخت پابندی کی ہے کہ یہودیوں اور ہندوؤں کی طرح رہے بلکہ اسلام کو امتِ وسط بنایا۔

بالوں کے کتروانے کے مسئلہ کے متعلق اصلیت خصوصیت کو صحابہ میں موجود ہے ابو داؤد میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بال کٹوا لیتے تھے۔ علاوہ بریں بعض بیماریوں اور ضرورتوں کے وقت ایسے معاملات پیش آ جاتے ہیں پس اگر کوئی انسان تشبہ کیلئے بال کٹواتا ہے وہ تشبہ میں ترقی کرتا ہے جو ضرورتاً کٹواتا ہے اس کیلئے جائز ہے۔ انسان کیلئے جب غیر مسلموں کا طرز و حال ترقی کا باعث ہوتا ہے اور ان کی طرز عمل سے جسقدر تشبہ کریگا اسیقدر ان کے ساتھ تعلق پیدا ہوگا غیر مسلموں کا طرز اختیار کرنا کسی نہ کسی پہلو میں کمزوری پیدا کرتا ہے اس لئے اس سے بچنا چاہئے۔ حضرت ابن عباسؓ کے پاس ایک شخص مکھی مارنے کا فتوی پوچھنے آیا تھا تو آپ نے فتوے ہی سے پہچان لیا کہ یہ کوفہ کا باشندہ ہے اسکو کہا کہ امام حسینؓ کے قتل کا فتوی تو تمہارے لوگوں نے نہ پوچھا تم کو مکھی مارنے کی فکر پڑی ہے اسطرح میں تو کہتا ہوں کہ اللہ پر ایمان اور کتاب اللہ پر ایمان کی ضرورت ہے ایسی باتوں کی ضرورت نہیں۔

سوال دوم۔ ڈاڑھی کے کتروانے کے متعلق کیا حکم ہے آیا استرے یا قینچی سے [illegible] کی طرح کٹوائی جاوے۔

جواب دوم۔ ڈاڑھی کا رکھوانا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سنت اور صحابہ کرام کا عمل درآمد تھا آئمہ دین اور اولیاء کرام کی مستمرہ عادت امام علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اس کے منظور نظر لوگوں کا عمل ہے۔ ہمارا تجربہ ہے کہ ڈاڑھی کے سنت کو توڑنے یا منڈوانے والے لوگ اکثر اخلاق فاضلہ سے محروم ہوتے ہیں الا ماشاء اللہ صحیح حکم اوفوا اللحیٰ ڈاڑھی رکھوانے کو چاہتا ہے جو لوگ ڈاڑھی کے منڈوانے میں بے باک ہیں میں انکی نسبت عمدہ رائے نہیں رکھتا۔

سوال سوم۔ پیر گولڑی کا مرید اعتراض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ام المومنین علیہا السلام کے پاس جائداد رہن رکھدی ہے اور رہن ناجائز ہے۔

جواب سوم۔ عدم جواز رہن کا فتوی میں امید نہیں کرتا کہ پیر گولڑی نے یا کسی مرید نے دیا ہو۔ کیونکہ پیر گولڑی وغیرہ دانستہ قرآن شریف کی مخالفت کیونکر کر سکتا ہے حالانکہ اس میں تو صاف موجود ہے۔ **وان لم تجدوا کاتبا فرھان مقبوضۃ** اور مجھے یہ وہم ہو سکتا ہے کہ پیر صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے ناواقف ہوں ان کے مریدوں نے خود بخود یہ ہی کر لیا ہوگا کہ رہن ناجائز ہے۔ اگر وہ پیر صاحب سے ہی فیصلہ پوچھ لیتا تو شاید اعتراض نہ کرتا۔ کیونکہ پیر صاحب نے بتایا ہے کہ رہن اور رہن کا قبضہ ایسی چیز ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فوت ہونے پر آپکی زرہ ایک یہودی کے پاس گرو تھی۔ ہمیں سمجھ میں نہیں آتا کہ معترض نے یہ اعتراض کیوں کیا ہے کیونکہ اس کا ایسا اعتراض رہانِ مقبوضہ کے لحاظ سے اسکو قرآن کا مخالف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل درآمد کے لحاظ سے آپ کے اتباع کا مخالف اور پھر فقہ حنفی میں کتاب الرہن موجود ہے اسکا بھی مخالف۔ پھر میں یقین کرتا ہوں کہ صاحبزادگان تونسہ شریف کے پاس بھی زمینیں رہن ہیں وہ ان سے ہی پوچھ لیتا۔

سوال چہارم۔ دعاء قنوت جو وتر میں پڑھی جاتی ہے۔ اس کیلئے کیا حکم ہے۔

جواب چہارم۔ قنوت وتر میں ایسی چیز ہے کہ جس میں ائمہ کا اختلاف ہوا ہے اور قنوت اگر پڑھے اور یہ بسبب اختلاف آئمہ کے امام صاحب کے صریح فتوی یہ ہے کہ جہاں ایسا ہی اختلاف ہو اور صریح احادیث صحیحہ کو ترجیح نہ ہو سکے تو فقہ حنفی کے موافق عمل درآمد کرنا چاہئے۔ یہ جناب الٰہی کو پسند بات ہے یہ بات میں نے اپنے کان سے سنی اور حضرت اقدس کو دیکھا۔ کسی اور شخص کا نقل ہمارے لئے حجت نہیں ہے۔ حضرت امام علیہ الصلوٰۃ والسلام بفضلہ تعالیٰ ہم میں موجود ہیں ان سے پوچھ سکتے ہیں۔

سوال پنجم۔ قرآن کریم کی تحدی کی کیا حد ہے۔

جواب۔ قرآن کریم کی تحدی کی کوئی حد نہیں ہے البتہ سورہ کا ایک مخصوص حد ہے بات یہ ہے کہ بعض قرآن پر بھی صادق آتا ہے اصل بات یہ ہے کہ چونکہ انبیاء و رسل کی ترقی تدریجی ہوتی ہے اسواسطے ایک وقت عشر اور دوسرے وقت **فاتوا بسورۃ من مثلہ** فرمایا۔ ادنیٰ سورت میں تین آیات ہوتی ہیں۔ پس تین آیتیں تحدی ہو سکتی ہیں۔ باقی کیفیت نہیں بتائی گئی کہ کس بارہ میں شامل ہے اس لئے یہ عموم اور ہی تحدی کی شان اور عظمت کو بڑھاتی ہے نور الدین میں بھی اسپر لکھا ہے۔

سوال ششم۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں قلم دوات مانگی تھی شیعہ کہتے ہیں کہ اسمیں خلافت علی رضی اللہ عنہ کا لکھنا مقصود تھا۔ مگر اب نور افشاں کے ذریعہ کسی عیسائی نے کہا ہے کہ وہ **تثلیث** پر کاربند ہونیکی ہدایت کرنا چاہتے تھے۔

جواب۔ اتنا بڑا عظیم الشان واقعہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قلم دوات طلب فرماتے ہیں اور کسی نے دی ہو۔ یہ ایک ایسا عظیم الشان واقعہ تھا کہ اس کے بیان کرنیوالے بہت سارے لوگ ہوتے۔ لیکن کوئی روایت ایسی نہیں جس میں دس برس کی عمر والے حضرت ابن عباس رضی اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو۔ اور ان کی روایت یہ روایت بڑے جھگڑے کی ہے۔ پھر قرآن کریم کی نسبت علاوہ ان صفات کے جو اسکو نور اور ہدایت کہا گیا ہے تم ارشاد ہوا کہ **اليوم اكملت لكم دينكم** اور ایسا ہی ارشاد ہوا **اولم يكفهم انا انزلنا عليك الكتاب يتلى عليهم**۔ پس تئیس برس کی نبوت میں جو کچھ فرمایا گیا تھا وہ اکمال تھا اور کافی رہی جواب حضرت عمرؓ کے اس کلام میں ہے جو بتائی گئی ہے کہ اس وقت حضرت عمرؓ نے کہا۔ حسبنا کتاب اللہ حسبنا بعینہ انہیں کے معنی رکھتا ہے۔ پھر خود قرآن شریف فرماتا یبین اللہ لکم ان تضلوا۔ اس کا بیان اللہ نے کیا ہے تم گمراہ نہ ہو جاؤ۔ اور وہ کتابت بھی اسلئے تھی کہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ۔ پس یہ دونوں مضمون بالکل قرآن کے مطابق ہیں آپ کو قرآن کی عمل درآمد کیا کرنا مقصود تھا جو سورت بیان کیگئی ہے کہنا کہ تثلیث کا ارشاد فرماتے خدا تعالیٰ سے ہنسی ہے مگر جن کا خدا ایسا ہو کہ عورت کے پیشاب گاہ کو پیدا ہوکر یہودیوں سے مار کھاتا ہوا جان دے۔ وہ عظیم الشان خدا کو بھی اسی پر قیاس کرکے جو چاہیں کہیں مگر یاد رکھیں کہ خدا ہنسی میں نہیں اڑایا جاتا (... ٹسٹمنٹ)

ثمن بات یوں ہوئی کہ مریم جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بیوی تھیں جنکو مسلمان ماریہ کہتے ہیں اور وہ مصری الاصل و نسب کی بیٹی تھیں عیسائی صاحبان اگر کہیں اس کی روایت ڈھونڈ نکالیں تو بڑا عمدہ موقعہ تھا اور حرج ہی کیا تھا جیسے سکندریہ کے کتب خانہ کیلئے ایک روایت چھٹی صدی میں گھڑ لیگئی تھی۔ یا جیسے اس بیسویں صدی میں مسٹر بانزو نے حرا میں ایک کنواں ثابت کر دیا ہے کہ اسمیں ایک عیسائی کو دھکا دیا ہوا تھا اور جہاں اسقدر انجیلیں گھڑی گئی ہیں ایک روایت کا گھڑ لینا ایسے لوگوں کیلئے کیا مشکل تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تثلیث کا جھگڑا در صحت و عافیت ہی میں چکا چکے تھے جبکہ فرمایا تھا **لقد كفر الذين قالوا ان الله ثالث ثلاثة**۔ کیا کوئی عقلمند صحت و عافیت کے اس قطعی فیصلہ کے بعد یہ خیال کر سکتا ہے کہ مرض الموت میں آپ تثلیث بتانا چاہتے تھے۔ فويل للذين يكتبون الكتاب بايديهم ثم يقولون هذا من عند الله

سوال ہفتم۔ برنباس کی انجیل میں کیونکر معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہے اور وہ کیونکر گم ہوگئی۔

جواب۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت تک انجیل برنباس یا کسی اور ایسی ہی کتاب پر نہیں۔ قرآن اور حدیث میں بھی برنباس کا نام نہیں آیا۔ اور کسی تفسیر میں بھی لوقا کا نام آیا ہے۔ لیکن اسمیں کوئی کلام نہیں کہ انجیل برنباس کا پتہ ہمیں عیسائیوں ہی کی کتابوں میں ملا ہے چنانچہ ہم ذیل میں اس کے متعلق ... انجیل برنباس میں تو صریح نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو محمد ہے درج ہے اور انکو تالیف کیلئے یہ ناکارہ عذر پیش کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں نے کسی زمانہ میں یہ نام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کتاب برنباس میں درج کر دیا ہوگا یا خود کتاب تالیف کر دی ہوگی مگر مسلمان لوگ کسی بات کو اتفاق کرکے کیونکر کتب خانوں میں [illegible] انجیلوں میں جابجا محمد نبی نام درج کر دیا ہوگا۔ یونانی یا عبرانی زبانوں میں اپنی طرف سے انجیل برنباس بنا کر وہ کئی ہزار نسخے اس کو لکھ کر پوشیدہ طور پر جبکہ عیسائی سوتے تھے کتب خانوں میں رکھ آئے تھے۔ ایک فاضل انگریز عیسائی جس نے کچھ تھوڑا عرصہ ہوا قرآن شریف کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے اس نے اپنے دیباچہ میں اس تقریب کے بیان میں کہ انجیل برنباس میں پیشگوئی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں موجود ہے یہ قصہ تحریر کیا ہے کہ برنباس کی انجیل پوپ پنجم کے کتب خانہ میں تھی اور ایک راہب جو اس پوپ کا دوست تھا اور مدت سے اس انجیل کی تلاش میں تھا وہ پوپ کی لائبریری میں جبکہ پوپ سویا ہوا تھا اس انجیل کو پاکر بہت خوش ہوا اور کہا کہ یہ میری مراد ہے جو مدت کے بعد پوری ہوئی اور اس انجیل کو اپنے دوست پوپ کی اجازت لیکر لیگیا اور نام آنحضرت کا یعنی محمد رسول اللہ کہلا کہلا انجیل میں لکھا ہوا دیکھکر

حاشیہ۔ قرآن کریم کے کسی حصہ کو بھی قرآن ہی کہتے ہیں پس اگر قرآن کا لفظ ہے تو بعض

مسلمان ہوگیا۔ پس اس فاضل انگریز کی اس تحریر سے جو ہمارے پاس موجود ہے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہمیشہ یہ کتاب یورپ کے کتبخانوں میں چاروں انجیلوں میں شامل کرکے عزت کے ساتھ رکھی جاتی تھی تب ہی تو ایسے ایسے بزرگ اور فاضل راہب اس انجیل کو پڑھکر مسلمان ہوتے تھے۔ پادری صاحبوں نے مدت تک اپنی کتابوں میں جو ہندوستان میں الیسو گئیں مشتہر ہوں گے جنکو معلوم ہوگا کہ عیسائیوں کے پاس ان چار انجیلوں کے علاوہ پانچویں انجیل بھی ہے جسکو پڑھکر بڑے بڑے فاضل اور خداترس راہب مسلمان ہوتے رہے ہیں۔ لیکن یہ پادری صاحبوں نے اسقدر اخفا سو منہ کو اقرار کرنا شروع کر دیا ہے کہ محمد صاحب کا نام جو انجیل برنباس میں لکھا ہوا تو فرضی ہے مگر خیال کیا جاتا ہے کہ کسی مسلمان نے لکھ دیا ہوگا چنانچہ پادری ٹھاکر داس نے بھی اپنی اظہار عیسوی کے صفحہ ۲۳۳ میں کسیقدر عبارت انجیل برنباس کی جسمیں نام آنحضرت یعنی محمد رسول اللہ ایک پیشگوئی حضرت مسیح میں لکھا ہوا ہے نقل کرکے آخر میں یہی ناکارہ اور فضول عذر پیش کر دیا ہے کہ یہ یا تو کسی عیسائی کا اور یا کسی مسلمان کا جعل ہے لیکن اب ہم عیسائی لوگ مسلمانوں کے ان سوالات کے مدیون ہیں کہ وہ جعل کس مسلمان نے کیا اور کب کیا اور کس کس گروہ نے کب اور کیوں وہ جعلی کتابیں یورپ کے متبرک کتبخانوں میں الہامی کتابوں کے ساتھ بعزت تمام رکھی گئیں اور کیوں بڑے بڑے راہب اور فاضل پادری ان کتابوں کو پڑھکر اور فی الحقیقت سچ سمجھ کر دین اسلام قبول کرتے رہے۔ اگر در خانہ کس است حرفے بس است

* اس انگریز کا نام جارج سیل صاحب ہے جو اکابر علماء عیسائیوں کو ہے ان کا ترجمہ قرآن شریف ان کی طرف سے شائع ہو کر مطبع لنڈن فریڈرک وارن اینڈ کمپنی میں چھپا ہے اس کے دیباچہ میں مؤلف موصوف نے عجیب تذکرہ کیا ایک بزرگ راہب انجیل برنباس پڑھکر اور اسمیں پیشگوئی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بار بار دیکھ کر کیسے طور پر مسلمان ہو گیا تھا۔ اسکا ذکر ہو کے لکھا جاتا ہے بیان کیا کہ فراسیو مینو جو ایک عیسائی پادری ایک بزرگ راہب تھا وہ بیان کرتا ہے کہ اتفاقیہ مجھ کو ایک تحریر ایرینس صاحب کا جو ایک فاضل یہودیوں میں سے ہے۔ منجملہ انکی اور تحریروں کے جن میں وہ پولوس کے برخلاف ہے نظر سے گذری اس تحریر میں ایرینس صاحب (جو پولوس عیسائی کے مخالف ہیں) ایسا بیان واسطے ثبوت کی بابت انجیل برنباس کا حوالہ دیتے ہیں۔ تب میں اس بات کا نہایت شائق ہوا کہ انجیل برنباس کو میں بھی دیکھوں۔ اور اتفاقاً یہ تقریب بہ نکل آئی کہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے پوپ سیکسٹس کا مجھ سے اتحاد و دوستانہ کرا دیا۔ ایک روز جبکہ پوپ موصوف کے کتب خانہ میں ہم دونوں اکٹھے تھے اور پوپ صاحب سو گئے تھے میں نے دل بہلانے کو ان کی کتابوں کا ملاحظہ کرنا شروع کیا سو سب سے پہلی جس کتاب پر میرا ہاتھ پڑا وہ وہی انجیل برنباس تھی جسکا میں متلاشی تھا اس کے مل جانے سے مجھے نہایت درجہ کی خوشی پہنچی اور میں نے سوچا کہ ایسی نعمت کو آستین کے نیچے چھپا رکھوں تب میں پوپ صاحب کے جاگنے پر ان سے رخصت ہو کر وہ آسمانی خزانہ اپنے ساتھ لیگیا جس کو پڑھنے سے مجھ کو دین اسلام نصیب ہوا۔ دیکھو صفحہ دہم سطر چہارم ترجمہ قرآن شریف۔ جارج سیل صاحب پھر صفحہ ۸۵ سطر ۳۴ اسی ترجمہ میں جارج سیل صاحب اپنے عیسائی تعصب کے جوش سے یہ بے دلیل اور مہمل رائے لکھتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ انجیل برنباس میں لفظ پیری قلیط (جس کا ترجمہ محمد ہے) مسلمانوں نے داخل کر دیا ہوگا مگر یقین کیا جاتا ہے کہ یہ کتاب اصل جعل مسلمانوں کا نہیں یعنی مسلمانوں نے اسمیں صرف اسقدر جعل کیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشگوئی بتصریح نام اسمیں لکھدی ہے اور جعل یہ اسلئے ٹھیرا کہ یہ پیشگوئی بصراحت اسمیں موجود ہے۔ جس کا انتساب حضرات عیسائیوں کو سخت منظور نہیں اور لطف یہ کہ آپ ہی اقراری ہیں کہ اس پیشگوئی کو پڑھکر بڑے بڑے نیک بخت اور فاضل راہب مسلمان ہوتے رہے ہیں۔

باقی آئندہ

دارالامان کا ہفتہ

۱۔ اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ المسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام گورداسپور تشریف رکھتے ہیں۔ ۲۹ و ۳۰ مئی سنہ ۱۹۰۴ء کو بوجہ تعطیل اعلیٰ حضرت قادیان تشریف لائے تھے [illegible] کی صبح کو واپس تشریف لیگئے۔ خاندان رسالت اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بخیریت ہے۔

۲۔ بزرگان ملت حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب اور مولانا حکیم الامت دارالامان میں ہیں۔ فاضل امروہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ گورداسپور تشریف رکھتے ہیں۔

۳۔ موسم میں خاصی تبدیلی ہو چکی ہے ہر روز اندھیاں آتی ہیں کبھی کبھی ترشح بھی ہو جاتا ہے۔

حالات مقدمہ

مقدمہ کے حالات اس سے زیادہ کچھ نہیں ہیں۔ کہ بمقدمہ خاکسار ایڈیٹر بنام کرم الدین وغیرہ ۲۷ جون بغرض بقایا شہادت استغاثہ مقرر ہوئی ہے جسمیں حافظ محمد عبد القدیر صاحب قریشی اور بابو غلام حیدر خان صاحب صاحب تحصیلدار پنڈ دادنخان کی شہادت ہوگی۔

اور بمقدمہ کرم الدین بنام حضرت اقدس و حکیم فضل الدین صاحب مولوی ثناءاللہ امرتسری پر جرح ہو رہی ہے۔ مولوی ثناءاللہ صاحب کی شہادت کے بعد ابھی دو گواہ اور استغاثہ کے باقی ہیں۔ مقدمہ عموماً ہر روز پیش ہوتا ہے ناظرین تفصیلی حالات کیلئے انتظار کریں

حالات متعلق ڈاکخانہ

افسوس سے ظاہر کیا جاتا ہے کہ متواتر دو تین نمبروں میں ہم ڈاکخانہ کے متعلق مضامین نہیں لکھ سکے۔ آئندہ اشاعت سے وہ سلسلہ بدستور جاری رہیگا۔ انشاءاللہ العزیز

مذہبی مقدمہ

ناظرین کو یاد ہوگا کہ پچھلے کسی پرچہ میں آریہ سماجیوں اور سناتن دھرمیوں کے مقدمہ کی خبر درج ہوئی تھی۔ ۲۰ مئی کو برمکان لالہ ایشری پرشاد صاحب خزانچی دہلی ایک کمیٹی ہوئی جسمیں آریہ سماجیوں نے سناتن دھرم والوں کو معافی مانگی اور راضی نامہ تحریری کرا لیا اور فریقین کیطرف سے چند اشخاص مقرر ہوئے تھے کہ جناب صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر دہلی کی کوٹھی پر جاکر عرض کریں کہ انکا راضی نامہ منظور کر لیا جاوے کیونکہ فریقین شریف آدمی ہیں۔ مگر کسی صاحب کا حوصلہ نہیں ہوا جو وہاں جاکر کچھ عرض کریں کہ ۲۴ مئی سنہ حال کو اس مقدمہ کی پیشی ہوگئی ملزمان بھی حاضر عدالت تھے ملزمان کی جانب سے بڑے بڑے وکیل پیروکار مقدمہ تھے۔ بروقت پیشی مقدمہ کے فریقین کے وکلاء نے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر دہلی سے عدالت میں عرض کیا کہ فریقین میں باہم سلوک اور اتفاق ہوگیا۔ اور رضامندی کا فیصلہ ہو چکا ہے اور برمکان لالہ ایشری پرشاد صاحب خزانچی دہلی کے فریقین گلے مل چکے ہیں اب کوئی تنازعہ باہمی نہیں رہا ہے فریقین کا راضی نامہ منظور کر لیا جاوے کیونکہ یہ شریف لوگ ہیں اور آپ کی اطمینان کیلئے لالہ ایشری پرشاد صاحب خزانچی اور لالہ سلطان سنگھ صاحب اور مسٹر راج نرائن بیرسٹرایٹ لا رائے بہادر لالہ ایشری کرشن داس صاحب گوڑ والے میں جو اسپر عدالت نے ان کا راضی نامہ منظور کیا اور فریقین کو جرم سے بری کر دیا اور آئندہ کیلئے تنبیہ کی گئی۔ ایک اور تحریر سے معلوم ہوا۔ کہ جینیوں نے بتاریخ ۲ ماہ مئی سنہ ۱۹۰۴ء کو بنام پنڈت جمنا داس آریہ سماجی اور رام چند مالک مطبع بر دفعہ ۲۹۸، ۱۵۳، الف ۱۵۳ تعزیرات ہند بابت کتاب جین مت سمکشا کی باجلاس صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کے دعویٰ دائر کیا جو دو ملزمان کے نام وارنٹ گرفتاری اور ایک ملزم کے نام سمن جاری ہو کر ۱۱ مئی تاریخ پیشی مقرر ہوئی تھی یہ مقدمہ ۱۱ مئی سنہ ۱۹۰۴ء کو پیش ہوا۔ مدعیان کیطرف سے کلارنس گرگ صاحب بیرسٹرایٹ لاء تھے اس پیشی پر ایک ملزم حاضر عدالت ہوا اور دو ملزمان پر وارنٹ کی تعمیل نہیں ہوئی لیکن ملزمان کے وکیل نے عدالت سے درخواست کی کہ عدالت حکم دے کہ ان دونوں ملزمان کی ضمانت داخل کر دی جائے تاکہ ملزمان حاضر عدالت ہو جائیں لیکن مدعیان کے وکیل نے اس بات کو منظور نہیں کیا اور جواب دیا کہ جب تک ملزمان حاضر عدالت نہ ہوں گے اس وقت تک ان کی ضمانت نہیں ہو سکتی کیونکہ وارنٹ کی تعمیل ابتک نہیں ہوئی۔ اس پر عدالت نے ۱۸ تاریخ مئی سنہ ۱۹۰۴ء مقرر کی۔ چنانچہ ۱۸ مئی سنہ ۱۹۰۴ء کو یہ مقدمہ پیش ہوا فریقین کیطرف سے وکیل پیروکار تھے۔ پنڈت جمنا داس بھی حاضر تھا رام چند مالک مطبع بھی خود حاضر عدالت ہوا۔ جو عدالت نے پانسو روپیہ کی ضمانت نقدی۔ مگر پنڈت جمنا داس غیر حاضر تھا۔ اسوجہ سے کوئی کارروائی مقدمہ نہیں ہوئی اور ۳۱ تاریخ مئی سنہ ۱۹۰۴ء کو پھر پیشی مقرر ہوئی۔ (سناتن دھرم گزٹ)

حضرت حکیم الامت کا دوسرا وعظ

گذشتہ اشاعت سے آگے

پھر **نماز** میں ایک خاص قسم کا فیضان اور انوار نازل ہوتے ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ کا برگزیدہ بندہ ان میں ہوتا ہے اور ہر ایک شخص اپنے ظرف اور استعداد کے موافق ان سے حصہ لیتا ہے پھر **امام** کے ساتھ تعلق بڑھتا ہے اور بیعت کے ذریعہ دوسرے بھائیوں کے ساتھ تعلقات کا سلسلہ وسیع ہوتا ہے۔ ہزاروں کمزوریاں دور ہوتی ہیں جنکو غیر معمولی طور پر دور ہوتے ہوئے محسوس کر لیتا ہے اور پھر ان کمزوریوں کے بجائے خوبیاں آتی ہیں جو آہستہ آہستہ نشو و نما پاکر اخلاق فاضلہ کا ایک خوبصورت باغ بنجاتے ہیں۔

یمت خیال کرو کہ ہم یہاں آتے ہیں اور کچھ نہیں لے جاتے ہیں بہت کچھ ساتھ لے جاتے ہیں مگر یہ لینا اپنی استعداد کے موافق ہوتا ہے جس جس قدر انسان اپنا دل صاف کرتا اور نیکی کے قبول کرنے کی اہلیت رکھتا ہے اسی اسی قدر وہ ان فیضانوں سے حصہ لیتا ہے۔

جسطرح بچہ پرورش پاتا اور نشو و نما پاتا ہے اسیطرح نیکیوں اور بدیوں کا بھی نشو و نما ہوتا ہے۔ جو شخص مامور کی صحبت میں رہ کر ایک دم میں چاہتا ہے کہ تبدیلی ہو جاوے وہ خدا سے ہنسی کرتا ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے لیکن ہم اُس کا قانون قدرت یہی طرح پاتے ہیں کہ تدریجی ترقی ہوتی ہے انبیاء علیہم السلام سے بڑھ کر کون صافدل اور پاک فطرت ہوتا ہے لیکن انکے کمالات اور ترقیوں کے سلسلے پر اگر نظر کیجاوے تو وہ بھی تدریجی ہوتے ہیں اگر کمالات تدریجی نہ ہوتے تو چاہیے تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم پر یکدفعہ ہی سارا قرآن شریف نازل ہو جاتا تیئیس برس میں کیوں نازل ہوا ؟ دیکھو کسان جو دانہ زمین میں ڈالتا ہے کیا وہ دوسرے ہی دن اُسکے کاٹنے کے لیے آمادہ ہو جاتا ہے نہیں بلکہ اُسکو خاصہ عرصہ تک اسے انتظار کرنا پڑتا ہے۔ پھر خدا کے اس صریح اور بین قانون کو توڑ کر جو چاہتا ہے کہ پھونک مارنے سے ولی ہو جاوے تو وہ میری رائے میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہنسی کرتا اور اُسے آزماتا ہے۔

اس لیے ضروری یہ بات ہے کہ انسان عرصہ دراز تک خدا تعالیٰ کے مامور کی صحبت میں حسن ظن اور ارادت کے ساتھ بیٹھے۔ اور وفاداری اور اخلاص کے ساتھ اسکے نمونہ کو اختیار کرے تو اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس پر فضل کرے اور اسکو نیکیوں اور اخلاق فاضلہ کا وارث بنا دے۔ میں کسی اور کی بابت کوئی رائے نہیں دیسکتا اپنی نسبت کہتا ہوں اور اپنی کمزوریوں پر نظر کرکے خیال کرتا ہوں کہ میں اس گاؤں سے ایک گھنٹہ کے لیے بھی باہر جانا اپنی موت سمجھتا ہوں بجز ایسی حالت اور صورت کے کہ مجھے حضرت امام نے حکم دیا ہو۔

مجھے اُن لوگوں پر تعجب آتا ہے جو سلسلۂ بیعت میں داخل ہیں مگر یہاں نہیں آتے اور اگر آتے ہیں تو اسقدر جلدی کرتے ہیں کہ ایک دن رہنا بھی اُن کے لیے ہزاروں موتوں کا سامنا ہو جاتا ہے۔ ان کے جتنے کام بگڑتے ہیں وہ یہاں ہی رہ کر بگڑتے ہیں جتنے مریض ہوتے ہیں وہ یہاں ہی رہ کر ہوتے ہیں۔ ہزاروں ہزار عذر کرتے ہیں یہ بات مجھے بہت ہی ناپسند ہے مجھے ایسے عذر سنکر ڈر لگتا ہے کہ ایسے لوگ ان بیوتنا عورۃ کے الزام کے نیچے نہ آجائیں۔ پس جب یہاں آؤ تو امام کی صحبت میں رہ کر ایک اچھے وقت تک فائدہ اُٹھاؤ۔ کسل اور بُعد اچھا نہیں ہے خدا کرے ہمارے احباب میں وہ مزہ دار ہیت پیدا ہو جو وہ اُس ذوق اور لطف کو محسوس کر سکیں جو ہم کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ستار ہے اور جب تک کسی کی بدیاں انتہا تک نہ پہونچ جاویں اور **احاطت بہ خطیئتہ** نہ ہو جاوے اور حد سے تجاوز نہ کر جاوے خدا تعالیٰ کی ستاری کام کرتی ہے جسکے بعد اس کے پھر سزا کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اس لیے اس سے پہلے کہ تمہاری بدیاں اور کمزوریاں اپنا اثر کر چکیں اور یہ زہر تمہیں ہلاک کر دے اسکی تریاق توبہ کا فکر کرو۔

اسلام ایسا پاک مذہب ہے کہ اس نے **کونفیشن** جیسی گندی تعلیم نہیں دی کہ پوپ کے سامنے انسان اپنی تمام بدیوں اور بدکاریوں کا اقرار کرتا ہے۔ اسلام نے اسکے بالمقابل **توبہ** کا پاک مسئلہ رکھا ہے جس میں انسان اپنے مولےٰ کریم کے حضور اپنے درد دل کا اظہار کرتا ہے اور خاص اسی کے حضور کہتا ہے جو کچھ کہتا ہے ملائکہ تک کو اس میں شرکت کا موقع نہیں دیتا۔

انسان میں کمزوریاں ضرور ہیں اور انکے دور کرنے کے لیے اجتماع ایک عمدہ چیز ہے۔ جیسا کہ کے لیے تم بلائے گئے ہو وہ کیا چیز ہے ؟ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت کا نمونہ دیکھنے کے واسطے تیرہ سو برس سے جس کے دیکھنے کو آنکھیں ترستی تھیں۔

خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ تُسنے ہمیں یہ وقت دیا اور پھر اس عالیشان انسان کی شناخت کی توفیق دی جو اسوقت خدا تعالیٰ کیطرف سے مامور ہوکر آیا ہے۔

یہ وہ وقت ہے کہ اس میں پھر پتہ لگے گا کہ انسان کسطرح ترقی کرتا ہے تدریجی کمال حاصل کرتا کر کسطرح اسکے دشمنوں کو ناکامی اور نامرادی حاصل ہوتی ہے اور وہ اور اسکی جماعت بامراد اور فائز المرام ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں جسطرح صحابہ کی روحانی ترقی ہوئی اور انکی تکمیل ہوئی اسیطرح اب پھر خدا نے چاہا ہے کہ ایک جماعت طیار کرے جو اسیطرح کمالات روحانی حاصل کرے۔ خدا تعالیٰ کا کلام اب پھر نازل ہو رہا ہے جس سے قرآن کریم کی صداقتوں کی تازہ بتازہ تائید ہوتی ہے اور اسکے ثمرات و برکات کا تازہ بتازہ نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں کسطرح تحدیاں ہوتی تھیں اور کسطرح مخالف قومیں باوجود سر توڑ کوششوں اور متفق کوششوں کے بھی ان تحدیوں کے جواب سے عاجز اور لاجواب ہوتی تھیں ہماری سنی سنائی باتیں تھیں۔ مگر آج دکھایا جاتا ہے کہ وہ تحدیاں اسطرح ہوتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کا راستباز مامور اور مسیح اللہ تعالیٰ کے منشا اور تائید سے قرآن کریم کی عظمت کو ظاہر کرنے کے لیے آج تحدیاں کر رہا ہے اور ہم دیکھی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ کسطرح مخالف شرمندہ ہو رہے ہیں اور وہ ان تحدیوں کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ساری قوم کو بلایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ تم جسکو چاہو اپنے ساتھ ملا لو اور اُس کا مقابلہ کرو مگر میں حیران ہوتا ہوں کہ اگر یہ شخص کاذب ہے (معاذ اللہ) جیسا کہ یہ لوگ مشہور کرتے ہیں کہ یہ عربی کا ایک صیغہ کا بھی نہیں جانتا اور اس نے کوئی باقاعدہ تعلیم نہیں پائی مگر وہ خدا تعالیٰ کی تائید سے بول رہا ہے اسکے قلم میں اللہ تعالیٰ کی طاقت کام کرتی ہے۔ اور یہ انسانی طاقت میں ہرگز ہرگز نہیں کہ خدا تعالیٰ کا مقابلہ کر سکے اگر دنیا کی طاقت بھی ایسا کر سکتی تو پھر خدا خدا ہی نہ رہتا۔ ان لوگوں کے مقابلہ کے لیے نہ نکلنے ہی نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ راستباز ہے اور خدا تعالیٰ اسکی تائید کر رہا ہے اور وہ کاذب کی تائید نہیں کیا کرتا۔

غرض

یہ وہ زمانہ ہے کہ ہم پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تازہ کمالات کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور اُن پر ایمان لاتے ہیں یہ بات بالکل سچی ہے کہ اگر یہ شخص نہ آتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات اور معجزات ایک افسانہ سے بڑھ کر نہ ہوتے جواب واقعات اور مشاہدہ کے رنگ میں نظر آ رہے ہیں اور یہ سب کچھ اسی کے طفیل سے ہے جسکے بلانے سے تم آج یہاں جمع ہو۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے وقت میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ کے جلال دین کے اظہار کے لیے دور و دراز کے سفر کرتے تھے اور خدا تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرتے تھے وہی رنگ یہاں دکھایا جاتا ہے کہ ایک جماعت کو آج طیار کیا ہے جو جنگلوں کو طے کرتی ہوئی اور سمندروں کو چیرتی ہوئی دور و دراز بلاد میں جائے گی اور اسکی غرض کیا ہوگی ؟ اللہ کے جلال کا اظہار اسکی گمشدہ توحید کو پھر دنیا پر ظاہر کرنا۔ کیسی پاک اور مبارک غرض ہے آج سفروں کے لیے ہر قسم کی آسایش اور سہولت کے بہم پہونچنے کی وجہ سے لوگ دور و دراز ولایتوں کے سفر کرتے ہیں اور آئے دن ایسے مسافر روانہ ہوتے ہیں مگر میں پوچھتا ہوں ان کی غرض کیا ہوتی ہے ؟ دنیا اور صرف دنیا

کوئی ولایت کو جاتا ہے ماں باپ اور احباب اور وطن سے جدا ہوتا ہے اسلیے کہ وہاں جاکے بیرسٹری کا یا کوئی اور امتحان پاس کرے اور دنیا کمائے۔ پھر وہاں سے وہ کیا لاتا ہے۔ علمی یا عملی طور پر خدا کے نہ ہونے کا اقرار یہ تو روحانی ترقی ہوتی ہے اور مارل اینڈ سوشل اصلاح جو وہ کرکے آتا ہے وہ تم میں سے اکثر کو ایسے لوگوں کے دیکھنے سے معلوم ہوئی ہوگی لیکن آج یہ پہلا موقعہ ہے کہ ایک جماعت سفر کرتی ہے لیکن اس سفر کی غرض خدا اور صرف خدا ہے۔ ان لوگوں کی حالت پر جب میں نظر کرتا ہوں تو میرے دل میں انکی عظمت بڑھ جاتی ہے کیونکہ یہ پاک اغراض اور مقاصد لے کر جاتے ہیں۔

یہ اپنے احباب اور عزیزوں سے جدا ہونگے جنگل اور بیابان کاٹتے ہوئے جاوینگے۔ اور ایسے ایسے مقامات پر پہونچیں گے جہاں کہ ہمیں انکی کچھ بھی خبر نہ ہوگی کہ ان کے ساتھ کیا گذر رہی ہے اگر وہ کسی مصیبت اور مشکلات میں مبتلا ہو جاویں جو سفروں میں ممکن ہے (اور ہماری دعا ہے کہ وہ ان مصائب اور مشکلات سے محفوظ رہیں آمین) تو تم میں سے کون ہوگا جو انکی اُسوقت مدد کر سکے گا۔ کوئی بھی نہیں کیونکہ وہ تم سے اتنے دور ہونگے کہ اول تو اطلاع آنی مشکل اور آئے بھی تو بہت دیر کے بعد۔ اور پھر وہاں تک پہونچنا بہت مشکل اور وقت چاہے گا۔ مگر یہ لوگ اُن تمام مصائب اور مشکلات کو برداشت کرنے کے لیے طیار ہو گئے ہیں انھوں نے اپنے اعزہ اور احباب کی محبت وطن کی اُلفت اور آرام کی پروا نہیں کی اور اس سفر کو مقدم رکھا ہے

تازہ الہام بمقام گورداسپور

(۱) اَنْتَ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْکَ

(۲) عَسٰی اَنْ تَکْرَهُوْا شَیْئًا وَّهُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ

خطبہ

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

قرآن شریف کے متعلق میں نے اگرچہ بیان کیا کہ اس میں خوارق اور معجزات کی وہی طاقت موجود ہے جو پہلے تھی۔ وہ کرامات دکھلا سکتا ہے ہبط وحی ہو سکتا ہے۔ اگر قرآن شریف کی تاثیر اور قوت اب نہیں رہی۔ تو اس کا کیا فائدہ وہ چیتا جس سے سحری نکل گئی ہے۔ تو وہ کیا کام آ سکتا ہے۔ لیکن اگر اس میں سحری موجود ہو تو وہ بیشک اس قابل ہو کر اسکو اسے دیکھو اور ہاتھ اور مسکی طرف لپکے

تمام مسلمانوں اور قوموں نے اسی کتاب کی نسبت یہ دعوے کر رکھا تھا کہ وہ اس چیتے کی طرح ہیں جس میں سحری نہیں ہے لیکن خدا تعالیٰ نے اس جری اور مسیح نے آ کر یہ دعویٰ کیا کہ اس میں سحری موجود ہے وہ یہ سنور شفا اور نور اور رحمت اور ہدایت ہے اس کے برکات و انوار اس کے ثمرات اور نتائج بلا تفاوت ہو کر اب بھی اسکی پیروی سے حاصل ہوتے ہیں جیسا کہ اس مہبط وحی کے وقت تھے

اور پھر یہ دعوے ہی دعوے ہی نہیں رہا بلکہ اسکو پر زور دلائل اور نشانیوں کے ساتھ اس کو ثابت کر کے دکھایا ہے یہ خدا تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان ہے مگر افسوس ظالم طبع انسان اپنے محسن اور محبوب سے انکار کرتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی ذات اسکی صفات۔ ملائکہ۔ انبیاء و رسل اور کتاب اللہ کے مطابق لوگوں میں حقیقی ایمان بالکل نہ رہا تھا جو اس نے آ کر پیدا کیا ہے اس نے واضح اور قوی دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ یہ ساری ہستیاں حق ہیں کیا یہ چھوٹا احسان ہے؟

پھر قرآن شریف کا عظیم الشان اور مایہ ناز مسئلہ دعا کا تھا جو اس مجید کتاب کے اول اور آخر میں لکھا ہے یعنے جیسے پہلے اھدنا الصراط المستقیم کی علامت کی آخر میں قل اعوذ برب الناس کر کر پھر اس مسئلہ دعا کی طرف توجہ دلائی ہے لیکن اس زمانہ میں ایک گروہ تو ہے نے دعا کو محض لاف سمجھتا تھا اس کے نزدیک دعا پر ایمان لانے سے بڑھ کر بیوقوفی اور کوئی نہیں جو اس نے اور ہم مانند تھا برابر ہو چکا تھا اس لئے کہ ان میں سے کسی نے بھی ایسا نظر نہ آتا تھا جو قبولیت دعا کے نمونے دکھلا سکتا ہو دعا جب دعا جیسی بات سے اہل عالم بیخبر ہو چکے اور عملی طور پر اس سے نا واقف تھے اس اعتقاد پر تھی

ہنسی کیجاتی تھی تو اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ پر ایمان کس پایہ کا ہو گا کیونکہ دعا ہی ایک ایسی شئے ہے جو ایمان باللہ کو مضبوط ہی نہیں بلکہ زندہ کرتی ہے اور خدا تعالیٰ کو اور اس کی تصرفات و قدرت کو موجودات کائنات پر دکھا دیتی ہے۔ اس خدا کو مسیح نے ہی آ کر اس مسئلہ کو بھی زندہ کیا اور قبولیت دعا کے تازہ بتازہ نمونے منکرین دعا کے سامنے پیش کئے اور انہیں پکار کر کہا۔

قصہ کوتاہ کن ببین از ما دعا مستجاب

اس قسم کی آواز اس زمانہ میں کسی طرف سے نہیں آتی تھی اور آ کیونکر سکتی جبتک کوئی اس مقام اور منصب پر پہنچا ہوا نہ ہوتا۔

مجھے ہمیشہ حیرت ہوتی تھی کہ ایک طرف قرآن مجید اول اور آخر میں دعا کے عظیم الشان مسئلہ کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ اور شروع ہی میں یہ دعا سکھلاتا ہے کہ منعم علیہ کی راہ میں دکھا یعنے انبیاء علیہم السلام کے برکات عطا کر۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے اشارہ کیا تھا کہ پھر زمانہ میں ترقی بعد قرن ان کے برکات اور تاثیرات زندہ رہیں گی۔ اگر کوئی شخص بھی ان برکات اور فیوض سے بہرہ ور ہو سکتا نہیں تھا تو پھر یہ دعا کیوں سکھلائی گئی۔ جبتک کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہو جو یہ دعوے کرے کہ میری دعا قبول ہوتی ہے۔ قوم زندہ قوم اسی وقت تک ہے جبتک اس میں دعا کا زندہ نمونہ موجود ہے اور دعا نہیں تو قوم کو مردہ کہنا چاہیئے

اس لئے قرآن کریم نے سب سے پہلے منعم علیہم کے برکات کے حصول کی دعا سکھائی۔

اور آخر میں خاتمہ بالخیر سکھا کہ خدا کی پناہوں کو دشمن خناس سے بچا۔

لیکن اگر خدا کا مسیح نہ آیا ہوتا تو جیسے اور بہت سی صداقتوں کا خون ہو گیا تھا یہ مسئلہ بھی جاتا رہا تھا۔

غرض یہ اصلاح تو اس نے اندرونی طور پر کی جو کہ احقاق حق کیا ہے اب میں مختصراً دکھانا چاہتا ہوں کہ ابطال باطل کیونکر کیا ہے سب سے بڑھکر ایک باطل جسنے سارے حقوق پر حملہ کرنے کیلئے سارے زور لگائے اور کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا وہ باطل جس نے اللہ تعالیٰ کے مقدس راستبازوں اور نبیوں کی بے ادبی کی ہے وہ عیسائی مذہب ہے۔ یہ وہ مذہب ہے جو ایک عاجز انسان اور تمام بشری کمزوریوں کے نیچے آ کر خدا اور اس کو عرش پر زندہ خدا کہتا ہے اور پھر مسیح کو ایک طرف خدا اور زندہ اور خود خدا مان کر اس کو لعنتی مان کر خون کرا کر انکی نجات کا موجب قرار دیتا ہے یہ ایک کوبرا (زہریلا سانپ) جو راستی کو ہلاک کر رہا ہے آدم کی ذریت کو کیل رہا ہے۔ اس آدم ثانی نے آ کر آدم اول کا انتقام لیا ہے۔ اور پھر کیونکہ یہ باطل علط ہو کہ مسیح کیا کوئی خدا ہو۔ آدم زاد بھی خدا نہیں ہو سکتے اور نہ کسی کی

لعنتی موت اور خون بنی آدم کی رستگاری و نجات کا موجب ہو سکتا ہے۔

اے عزیزو! اگر تمہیں یہ علوم ہو کہ اس آدم ثانی نے اس باطل کا سر کس طرح کچلا ہے تو میں یقین رکھتا ہوں کہ تم ساری رات وہیں وجد کرتے اور تم قدوس قدوس کہتے ہوئے سجدہ میں گر پڑتے اور خدا تعالیٰ کی حمد و ستائش اور اسکی پاکیزگی بیان کرتے ہوئے سجدوں کو کو عبادت خطبہ میں چونکہ مفصل بحث اس پہلو پر نہیں کی سکتا کیونکہ وقت تھوڑا ہوتا ہے۔ اس لئے میں نہایت ہی اختصار کے ساتھ کہتا ہوں کہ حربہ جو عیسائی مذہب پر چلایا گیا ہے وہ موت مسیح کا حربہ ہے حقیقت میں یہ ایک ایسا حربہ ہے کہ جس سے عیسائی مذہب کا کچھ بھی باقی نہیں رہ جاتا۔ کیونکہ جب یہ ثابت ہو جاوے جیسے کہ ثابت ہو گیا ہے کہ وہ مر گیا تو مردہ خدا نہیں ہو سکتا اور پھر جب اسکی صلیب سے نجات پر وہ پانی ثابت ہو گئی کہ وہ صلیب پر نہیں مرا تو بجائے خود صلیبی موت کو نجات ہو گئی تعلق نہیں ہے بلکہ تاہم جس عقیدہ کی بنا پر یہ سلسلہ لایا گیا ہے اگر وہی غلط ثابت ہو تو باقی کیا رہ جاتا ہے۔ یقیناً یاد رکھو کہ عیسائی مذہب کا سارا دار و مدار اس نکتہ پر ہے جب مسیح فوت پا گیا۔ اور اس پر اسکی موت اس مذہب کی جان ہے۔ مگر اب دلائل قاطعہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ وہ اس لکڑی پر نہیں مرا اس لئے کہ وہ خدا کا راستباز اور برگزیدہ نبی تھا اور اپنی طبعی موت سے کشمیر میں آ کر مر گیا ہے مسیح کی موت کے حربہ کو چلانے سے عیسائی مذہب پر موت آ گئی ہے اور ان کے گھروں میں ایک ماتم بپا ہے۔

احمق نادان مسلمان چلاتے اور چیختے ہیں اور عیسائیوں کی حمایت کیلئے چلاتے ہیں کہ نہیں مسیح زندہ ہے۔ مگر وہ غلطی پر ہیں اور اس سے آگاہ نہیں میں سچ کہتا ہوں کہ مسیح کی موت میں اسلام اور قرآن اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہے۔ اور سب بڑھ کر خدا کا زندہ ہونا اسی کو ثابت ہوتا ہے اسی ایک مسئلہ سے اس زبردست باطل کو کچل دیا گیا۔

پھر ایک دوسری قوم جس نے اس ہندوستان میں پرورش پائی اور یہاں ہی کے رہنے والی ہے اس باطل کے پالن کو کہ نشر کر زندہ ہوئی تھی اسی کے لئے اس کے گھر میں سے نیوگ کا ایک مسئلہ دکھا کر اس کا خاتمہ کر دیا اور ان کے اعتقاد میں دکھایا کہ وہ ایسے خدا کو مانتے ہیں جو ایک ذرہ کو بھی پیدا نہیں کر سکتا اور اپنے کسی عاشق زار اور پرہیزگار کو بھی نجات نہیں دے سکتا۔

غرض احقاق حق اور ابطال باطل کیلئے جو کچھ اس نے کیا ہے اسے غور سے دیکھو پھر تمہیں اسکا حسن اور خوبصورتی نظر آئیگی۔

اب ان امور پر غور کرو اس سے کہ جواب دو کہ کیا یہ وہی مسیح موعود نہیں ہے جسکے لئے کہا گیا تھا کہ لیظہرہ علی الدین کلہ

جیسے بادل گرجنے سے پہلے ٹھنڈی ہوائیں چلتی ہیں اسی طرح وہ ٹھنڈی ہوائیں آ رہی ہیں قیصر جرمن چلا اٹھا ہے کہ شان کو قبول کیا جا سکتا ہے۔ انگلستان چلا اٹھا ہے کہ عیسائی مذہب کی اصلاح کرنی چاہئے۔ بیرکات اللہ علیک وصلی اللہ علیک یا احمد

اب رسول کریم کی عزت کے دن آ گئے ہیں اس لئے ہم سب ملکر خدا کے برگزیدہ مسیح کی مدد کریں اور وہ یہ ہے کہ پاکیزہ چال چلیں اور دل سے اسکی نصرت کی دعائیں کریں۔

تازہ الہامات

۳۱ مئی ۱۹۰۵ء۔ انا فتحنا لک فتحا مبینا

یکم جون ۱۹۰۵ء (۱) انی انا الرحمٰن ساجعل لک سہولۃ فی امرک

(۲) انی انا التواب من جاءک جاءنی

(۳) ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ

(۴) سلام علیکم طبتم

(۵) عفت الدیار محلہا ومقامہا (متعلق طاعون)

(۶) (رؤیا) عطر کی شیشی ہاتھ میں ہے ہاتھوں پر اور پگڑی پر عطر مل رہے ہیں۔